

طلوع عشق

مؤلف:

آیت اللہ سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الاماین الحسینین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

طلوع عشق
ازدواجي سفر شروع کرنے والے نوجوانوں کو
حضرت آية الله العظميٰ خامنه اي
کي نصيحتين

جمع آوری:
حجة الاسلام جواد علي اکبري

ناشر:
نشر ولايت پاکستان
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

آپ کی ازدواجی زندگی کے آغاز پر، جو آپ کے جسم و جان اور قسمت و سرنوشت کا ملاپ ہے، صدقِ دل سے آپ تمام بیٹے اور بیٹیوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

میں آپ کو یہی سفارش کروں گا کہ ایک دوسرے سے ”محبت“ کیجئے، اُن سے وفادار رہیے اور خود کو ایک دوسرے کی سرنوشت میں شریک جانیں۔

مشترکہ زندگی میں ایک دوسرے سے الجھنے سے پرہیز کریں اور چھوٹی اور بے اہمیت غلطیوں کو نظر انداز کریں۔ خداوند عالم آپ کو خوش بختی، شیریں زندگی اور روحانی ارتقائے عطا فرمائے اور محبت سے لبریز آپ کے گھر کو تندرست اور صالح اولاد کے وجود سے گرمی اور روشنی بخشے، اِنْ شَاءَ اللهُ

سید علی خامنہ ای

انتساب

کائنات کے سب سے بہترین اور کامل ترین نوجوانوں،

علی علیہ السلام اور فاطمہ سلام اللہ علیہا

کے نام!

کہ جن کی نو سالہ ازدواجی زندگی ہم سب کے لیے تاقیامت مشعلِ راہ ہے۔

سخن ناشر

”طلوعِ عشق“، دراصل عشق و محبت اور عہد و پیمان کے راستے پر قدم اٹھانے والے اور اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکی کے نئے سفر کی شروعات ہے۔

”طلوعِ عشق“، درحقیقت رہبرِ عالی قدر کی خطباتِ نکاح کے موقع پر ہونے والی مشفقانہ نصیحتیں ہیں کہ جو انہوں نے مختلف سالوں میں ارشاد فرمائیں۔ یہ کتاب ”دفترِ نشرِ فرہنگِ اسلامی“ تہران سے ۲۰۰۴ء میں طباعت ہونے والی ”مطلعِ عشق“ کی پانچویں اشاعت کا اردو ترجمہ ہے۔

”طلوعِ عشق“، سماجی اور گھریلو مسائل کو اپنے اچھوتے اور نئے انداز سے بیان کر کے اُن کا صحیح اور عقلی و منطقی راہِ حل پیش کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پُر نشیب و فراز والے اس ازدواجی راستے کی باریکیوں، نزاکتوں، حساسیت اور مشترکہ زندگی کے شریکوں کی ذمے داریوں کو بھی بیان کرتی ہے۔ اُمید ہے کہ کتاب کا مطالعہ آپ کی ازدواجی زندگی کو خوشحال اور معاشرتی فضا کو شیریں زندگی کے لیے سازگار بنانے میں آپ کی بھرپور مدد کرے گا۔

نشر و لایت پاکستان کا قیام ۲۰۰۲ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس ادارے کا مقصد رہبرِ معظم ولی امر مسلمین جہان حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خامنہ ای حفظہ اللہ کے تمام مطبوع اور غیر مطبوع آثار کی حفاظت اور انہیں اُردو زبان میں منتقل کرنا ہے۔ نشر و لایت پاکستان، دشمن کی ثقافتی یلغار کو روکنے کے لیے کوشاں ہے۔ اور یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اُمید ہے کہ طلوعِ عشق آپ کے علمی ذوق میں اضافے کا سبب بنے گی۔

نشر و لایت پاکستان (مرکز حفظ و نشر آثار و لایت)

مقدمہ

انتظار کا سخت آزما سفر اپنے اختتام کو ہے، دو خوشحال اور چمکتے دکتے چہروں کے آمنے سامنے ہونے اور رخِ زیبا سے نقاب الٹے جانے کے ساتھ یہ ”شیریں انتظار“ اپنے ”وصل“ میں تبدیل ہو جائے گا اور یوں دو دھڑکتے ہوئے دلوں کو اپنی اپنی حقیقی زندگی کے خوابوں کی تعبیر نصیب ہوگی۔

مومن اور نورانی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس خدائی اور آسمانی ”رشتہ ازدواج“ کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے کہ جس میں منسلک ہو کر وہ ”ایک جان دو قالب“ ہو جائیں گے اور یہ ایک ایسی مضبوط گرہ ہے جو دو تقدیروں کو ایک ساتھ زندگی کے سفر پر لاکھڑا کرے گی۔

ملن اور بندھن کی اس محفل میں ایک طرف اپنے احساسات و نشاط سے بھرپور، عفت و جیا کی چادر میں لپٹی ہوئی ناز و سرور اور محبت سے سرشار اور اپنی آرزوں کے ساتھ زندگی کے نئے سفر اور نئے راستے پر نظریں جمائے دُہنیں موجود ہیں تو دوسری جانب امید و شوق اور مصمم ارادوں کے مالک، عشق سے لہریز اور زندگی کے نشیب و فراز والی اس نئی اور طویل راہ پر اپنی منزل کی جانب خوف و اضطراب کے ساتھ نظریں جمائے ہوئے دو لہا کھڑے ہیں تو تیسری جانب خوشی و مسرت میں ڈوبے ہوئے والدین کہ جن کی آنکھوں میں خوشی کے آسوان کی محبت و شفقت کے بھرپور احساسات کی عکاسی کر رہے ہیں، جو اپنے بوستان حیات کے گلوں کے ملاپ کے منتظر ہیں۔

سب کی نظریں ”اُس آنے والے“ کے راستے کی جانب لگی ہوئی ہیں جو اپنے ”آسمانی کلام“ کے ذریعے عشق و محبت میں فریفتہ و مجذوب، دو لہا اور دہنوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے آپس میں ملا دے گا۔

یہ کتنا روشن اور نورانی معاہدہ زندگی ہے کہ جہاں فرمانِ الہی^(۱) کا اجر ائی ہوگا اور زیبائی اور خوبصورتی کے خالق کی سب سے زیادہ خوبصورت نشانی سب کے سامنے ظہور کرے گی^(۲) اور یہ سب سنت نبویؐ اور سیرہ علوی کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔^(۳) خاندانِ نبوت کی مودت سے لہریز ”دل“، ولادت و خوشیوں کے ان ایام میں اپنی فلاح و سعادت کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ عہد و پیمان کے رشتے میں منسلک ہوتے ہیں اور یوں یہ دو عاشق کبوتر پر سے پر ملائے بہشت بریں اور قداست و پاکیزگی کے بلند آشیانے کیلئے اپنی پرواز کا آغاز کرتے ہیں۔

شریعت محمدیؐ میں ”ازدواج“ یا ”شادی“ کو بہت سہل و آسان بنایا گیا ہے جب کہ ”عقد“ یا ”نکاح“ میں بھی کسی قسم کی سختی نہیں رکھی گئی ہے۔ دو لہا اور دلہن، شرائط کا خیال رکھتے ہوئے خود بھی اپنا نکاح پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن سب کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان دو دلوں اور دو خاندانوں کے ملاپ، زندگی میں برکت کے نزول اور اچھے شگون کے لئے کتنا ہی اچھا ہو کہ اس مرحلے

کو کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں سو نہیں کہ جو آدابِ شریعت سے بھی آگاہ ہو اور پاک و پاکیزہ روح اور نیک صفات کا مالک بھی، تاکہ اس کے پاکیزہ وجود کی برکت، رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والوں کے چراغِ عشق کو پہلے سے زیادہ روشن کر دے، ان کی محبت و دلگرمی کو پہلے کی نسبت اور زیادہ گرمادے اور ”اس“ کے وجود کی مٹھاس ان کی نئی زندگی میں مزید شیرینی گھول دے۔ اور اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی کہ زندگی کی اس مشترکہ جدوجہد کی بنیاد رکھنے والا زمانے کا ولی فقیہ، اہل ایمان کے دلوں کا محبوب اور نائب امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہو!

ایک محترم شخصیت دولہا اور دلہنوں کی کثیر تعداد کے سامنے کھڑی ہوتی ہے، تمام نکاح نامے اس کے ساتھ ہیں اور وہ ایک ایک کر کے تمام دولہا اور دلہنوں کا نام پکارتا اور انہیں لازمی ہدایات دیتا ہے۔

۱ ”وانکحوا الا یامی منکم والصالخین من عبادکم وامانکم۔“ (سورہ نور ۳۲)

۲ ”ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازوا لتسکنوا الیہا وجعل منکم مودۃ ورحمۃ۔“ (سورہ مریم ۲۱)

۳ النکاح سنّتی فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی۔ (بخاری الانوار، جلد ۱۰۰، صفحہ ۲۲۰)

تمام نکاح ناموں میں مشترک چیز ”مہر“ کا ایک ہونا ہے یعنی صرف ”۱۴ سکے (۱)۔“ البتہ بہت سے دوہاوں نے اس کے ساتھ ساتھ جج، مکہ مدینہ کی زیارتوں اور عتبات عالیات کے سفر یا اپنے اپنے شوق و ذوق کے مطابق بہت سے دوسرے معنوی اور روحانی تحفوں کا بھی انتظام کیا ہے۔ یہ ہے اس محفل میں آنے کی شرط۔ وہ اپنی ہدایات کو جاری رکھتا ہے: ”آغا“ دلہنوں کی جانب سے وکیل ہیں جب کہ جناب محمدی گلپایگانی دوہاوں کی طرف سے اپنی وکالت کے فرائض انجام دیں گے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں دلہنیں خدا کی عطا کردہ نعمت کیلئے کرامت و بزرگی اور سرفرازی کا احساس کرتی ہیں اور دل ہی دل میں دوہاوں پر اپنی برتری جتاتی ہیں۔ دوہا حضرات تھوڑی سے دیر کے لئے افسردہ تو ہوتے ہیں لیکن فوراً ہی اپنے دل کو اس خیال سے تسلی دیتے ہیں کہ اصل قصہ تو ”انگٹھ (میں نے تمہارا نکاح کیا)“ کا ہے کہ جسے ”آغا“ اپنی زبان مبارک سے ادا کریں گے۔ بس یہیں سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس شریکہ حیات کا کتنا خیال رکھنا چاہیے کہ جس کا ”وکیل“ نائب امام جیسی شخصیت ہو!

”تمام چیزیں تیار ہیں!“ ایک بلند آواز محفل پر طاری سکوت کو توڑتی ہے تو دوسری جانب ”شوقِ وصل“ اور عشق میں دھڑکنے والے دلوں کی دھڑکنوں کو اور تیز کر دیتی ہے، وصال کا وقت آگیا اور منزل قریب آتی نظر آرہی ہے۔

اور تھوڑی دیر بعد امام بارگاہ کے وسیع و عریض ہال کے کونے میں بنے ہوئے دروازے سے پردے کو ہٹایا جاتا ہے اور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے نائب کا چہرہ پر نور اپنی تمام نورانیت، خوبصورتی، جذائیت اور مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ خورشید ولایت کے ظہور پر حاضرین کے لبوں پر صلوات کے نغمہ جاوید کی گونج اور آنکھوں سے اشک شوق کا جاری ہونا دراصل سینوں میں دھڑکنے والے ان مجذوب و فریفتہ دلوں کا پتہ دے رہا ہے جو شکر گزاری اور سپاس کے جذبات کے ساتھ اپنے زندگی کے شیریں لمحات کا جشن منا رہے ہیں۔ ”آغا“ اپنی مہربان آنکھوں سے حاضرین کو سیراب کرتے ہیں اور سب کو ”خوش آمدید“ کہتے ہیں۔

۱ ایران میں آج کل رسم ہے کہ مہر کو سونے کے سکوں کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ ہر سونے کا سکہ (سکہ بہار آزادی) آج کل تقریباً پاکستانی ۱۷۵۰۰ = روپے کا ہے۔ (مترجم)

ان محافل کی رسم کے مطابق ابتدا میں رہبر عالی قدر اپنے پدرانہ اور مشفقانہ انداز میں چند مختصر مگر پُر معنی جملے، حکمتوں سے لبریز قیمتی گوہروں اور درس زندگی کے قیمتی نکات کو خوش بختی کے راستے پر قدم اٹھانے والوں کی نظر کرتے ہیں۔ اے کاش سرزمین ایمان کے تمام دولہا اور دلہن کہ جو اس مہربان اور شفیق پدر کے روحانی بیٹے اور بیٹیاں ہیں، اپنی اپنی زندگی کے آغاز پر ان حکمت ہائے گوہر بار سے بہرہ مند ہوتے اور اپنے طولانی اور یادگار سفر کے لئے اس دسترخوانِ کرم سے توشہ راہ مہیا کرتے!

نکات کے بیان کے بعد دلوں کا یہ محبوب ایک ایک کر کے تمام دلہنوں سے وکیل بننے کی اجازت لیتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کوئی بھی دلہن ”جی“ کہنے میں نخرے یا شرم اور پس و پیش سے کام نہیں لیتی کیونکہ یہ لمحات لوٹ کر آنے والے نہیں۔ ”آغا“ چند دلہنوں سے اجازت لینے کے بعد باری آنے والی دلہن کا نام لیتے ہیں اور مہر کی رقم اور نکاح نامے میں موجود دیگر شرائط کے بیان کے ساتھ اُس سے وکالت کی اجازت طلب کرتے ہیں دوسری دلہنوں کی طرح جلدی جلدی ”جی“ کہنے کے بجائے یہ دلہن چپ رہتی ہے۔ حاضرین حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ ”آغا“ تھوڑی دیر صبر کرتے ہیں، ”اگر آپ نے مجھے اپنا وکیل نہیں بنایا تو میں آگے بڑھ جاؤں گا“۔ دلہن فرطِ جذبات سے گلے میں لگے پھندے کو دور کرتے ہوئے لب کھولتی ہے: ”آغا ایک شرط ہے!“ حاضرین اور تعجب کرتے ہیں۔ ”میری بیٹی کیا شرط ہے؟“۔ دلہن نے پہلے سے زیادہ پُر اعتماد لہجے میں کہا: ”اس شرط پر آپ کو اپنا وکیل بناتی ہوں کہ آپ روز قیامت میری اور میرے والد کی شفاعت کریں گے“۔ حاضرین میں سے کوئی با آواز بلند کہتا ہے: ”آغا یہ سپاہ اسلام کے عظیم جنرل شہید کی دختر ہیں“۔ حاضرین منقلب ہو جاتے ہیں۔ آغا متواضع لہجے میں فرماتے ہیں کہ ”میری بیٹی! یہ تمہارے شہید والد ہیں کہ جو ہم سب کی شفاعت کریں گے!“ اسلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ان انصاروں کے ذکر سے محفل میں دوسرے معنوی رنگ پھیل جاتے ہیں۔ ”آغا“ کے بعد محمدی صاحب نے بھی دولہاؤں سے وکالت لی اور اب صیغہ عقد یا نکاح پڑھانے کے لئے تمام چیزیں تیار ہیں۔

پہلی بات

ازدواج یا شادی: ناموسِ فطرت اور قانونِ شریعت

درپچہ

اب آسمانی ملاپ کا وہ پُر شکوہ لمحہ نزدیک آ پہنچا ہے۔

دو ہمسفر نوجوان، خداوند عالم کی مرضی اور رضا کے مطابق چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر زندگی کے راستے پر قدم اٹھائیں اور اپنے بلند و بالا اہداف کی طرف حرکت کریں۔

یہ کیسا مضبوط اور اہم عہد و پیمانہ ہے!

انسان کی طبع اور جبلت اپنے ”جوڑے“ کی متلاشی ہے جب کہ جان و دل میں موجزن یہ دریائے پُر تلاطم صرف ”ہمسر“ اور ”ہم رتبہ اور ہم پلہ“ ہی سے ساکن ہو سکتا ہے، بے قرار روح ”اُس“ کے بغیر بھیکے پن اور خلا کا احساس کرتی ہے۔

خدا بھی ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے بغیر پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا ہے جب کہ پیغمبر اکرم . نے ”شادی“ کو اپنی سنت، رضائے الہی تک پہنچنے کی راہ اور نصف دین کو محفوظ کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے یہ دونوں نوجوان، زندگی کے اس ”معاہدے“ کے متعلق زیادہ جاننا چاہتے ہیں کہ تاکہ وہ علم اور آگاہی کے ساتھ ”قبول ہے“ کہہ سکیں۔ لہذا اس ”سید“ کی باتوں کو سننا کس قدر شیریں ہے!

زندگی کا ہدف

زندگی ایک طولانی سفر ہے کہ جس میں مختلف منزلیں ہیں لیکن اس کا ایک بلند بالا ہدف بھی ہے۔ زندگی میں انسان کا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اور دیگر موجوداتِ عالم کے وجود کو اپنے معنوی کمال کے لئے استعمال کرے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اس دنیا کے لئے خلق نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے دنیا میں اس حالت میں قدم رکھا ہے کہ ہمیں اس میں آنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ ہم اس دنیا میں ایک ایسے بچے کی مانند ہیں جو دوسروں سے اثر لیتا ہے، زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ہماری عقل رُشد پیدا کرتی ہے اور ہم اختیار اور انتخاب کی قدرت کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں لازمی ہے کہ انسان صحیح انداز سے سوچے، صحیح چیز کا انتخاب کرے اور اپنے اُس انتخاب کے مطابق قدم اٹھائے اور آگے بڑھے!

اگر انسان اس فرصت کو غنیمت جانے اور اس دنیا کے چند دنوں سے کہ جب تک وہ یہاں ہے، بہترین استفادہ کرے تو وہ اپنے آپ کو کمال تک پہنچا سکتا ہے اور جس دن اس دنیا سے رخصت ہوگا تو وہ اُس شخص کی مانند ہوگا کہ جو زندان سے رہائی پاتا ہے اور یہیں سے حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

شادی، اسلامی اقدار کا جلوہ

سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ یہ شادی کہ جسے خداوند عالم نے (انسانی رشد و کمال کے لئے بہترین) روش و طریقہ قرار دیا ہے اور انسانی خلقت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے، خداوند عالم کے اسرار میں سے ایک سر، اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور حیات بشری کے مظاہر میں سے ایک ناقابلِ اجتناب مظہر ہے۔ ایسا ہو سکتا تھا کہ خداوند عالم آسمانی قوانین میں شادی کو لازم اور واجب یا جائز قرار دیتا اور لوگوں کو چھوڑ دیتا کہ وہ (ازروئے ناچاری یا ازروئے اختیار) شادی کریں۔ لیکن اس نے یہ کام نہیں کیا بلکہ ”ازدواج“ کو ایک ”قدر“ (VALUE) قرار دیا ہے یعنی جو بھی رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہوگا وہ خود کو اس فضیلت سے محروم کر دے گا۔

خداوند عالم کا اصرار

اسلام کی رو سے گھر بسانا ایک فریضہ ہے اور یہ ایسا عملی فریضہ ہے کہ مرد و عورت مل کر اس کام کو ایک ”خدائی امر“ اور ایک ”وظیفہ“ کے تحت انجام دیں۔ اگرچہ کہ ”شادی“ کو شرعاً زمرہ واجبات میں (براہ راست) ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن اسلامی تعلیمات میں اس امر کے لئے اتنی توجہ اور ترغیب دلائی گئی ہے کہ انسان سمجھ جاتا ہے کہ خداوند عالم اس امر کے لئے کتنا اصرار کرتا ہے۔ یہ اصرار صرف ایک کام کو معمولی طور سے انجام دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک یادگار واقعہ اور انسانی زندگی اور معاشرے پر تاثیر گزار امر کی حیثیت سے اس پر توجہ دی گئی ہے، لہذا اسی لئے نوجوان لڑکے اور لڑکی کے بندھن پر اتنی زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے اور ”جدائی“ اور ”دوری“ کو مذمت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

خداوند عالم مرد اور عورت کی تنہائی کو پسند نہیں کرتا!

خداوند عالم مرد اور عورت کی تنہا زندگی کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ خاص طور پر وہ جو نوجوان ہوں اور شادی اور گھر بسانے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر بھی تنہائی کو ترجیح دیں۔ لیکن یہ صرف نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے مخصوص نہیں ہے۔ خداوند عالم مشترک ازدواجی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ ایک مرد اور عورت کا تمام زندگی اکیلے زندگی گزارنا، اسلام کی نگاہ میں کوئی مطلوب چیز

نہیں ہے۔ ایسا انسان، معاشرے میں ایک بیگانے موجود کی مانند ہے۔ اسلام کی خواہش یہ ہے کہ ایک گھرانہ، انسانی معاشرے کی ایک حقیقی اکائی ہو نہ کہ ایک اکیلا انسان۔

وقت پر شادی = سنت نبوی .

ایک مشہور و معروف روایت میں رسول اکرم . نے ارشاد فرمایا کہ ”نکاح میری سنت ہے“۔ البتہ، تخلیق انسانی کی ایک خاص روش ہے اور تمام انسانوں اور تمام اقوام و ادیان میں یہ روش رہی ہے۔ پس حضرت . نے کیوں فرمایا کہ یہ میری سنت ہے؟ آخر اس کو اپنی سنت قرار دینے اور اپنے رفتار و عمل سے مخصوص کرنے کے کیا اسباب ہیں؟ شاید یہ سب اس جہت سے ہو کہ اسلام نے گھر بسانے کے لئے بہت زیادہ تاکید کی ہے جب کہ دوسری شریعتوں اور ادیان میں شادی پر کم تاکید کی گئی ہے۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ اسلام نے ”شادی“ اور ”گھر بسانے“ پر جو تاکید کی ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی مکتب فکر اور دنیا میں رائج کسی بھی فلسفے اور سیاست میں موجود نہیں ہے۔ اسلام اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس سن و سال میں شادی کریں کہ جس میں وہ (جسمانی و عقلی طور پر) شادی کے قابل ہو جائیں۔

نکاح، فطری تقاضے کو پورا کرنے کے علاوہ ایک دینی اور اسلامی سنت بھی ہے۔ اس بنا پر یہ بہت آسان ہے کہ جو بھی اس عمل کے لئے کہ فطرت و ضرورت جس کا تقاضا کرتی ہے اقدامات کرے گا وہ ثواب بھی حاصل کرے گا۔ لہذا وہ سنت نبوی . کی ادائیگی اور رسول اکرم . کے حکم کی اطاعت کی غرض سے شادی کے لئے اقدامات کرے گا۔ شادی ایک فطری آئین اور خداوند عالم کی طرف سے دکھائی گئی ایک راہ ہے جب کہ رسول اکرم . نے اسے اپنی سنت قرار دیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام نے اس مسئلے پر بہت زیادہ اور خاص تاکید کی ہے، کیوں؟ کیونکہ یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور انسانی تربیت میں خاندان کی تشکیل کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح فضائل و کمالات کے ارتقا اور تربیتی، روحی، عملی اور ہمدردی و محبت کے لحاظ سے ایک صحیح و سالم انسان کی (مکمل) ظاہری و باطنی تعمیر میں یہ عنصر بنیادی کردار کا حامل ہے۔

جوانی کے عشق و شوق میں شادی

حضرت ختمی مرتبت . اس بات پر بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جلدی شادی کریں۔ البتہ اپنے میل و رغبت اور اختیار سے، نہ یہ کہ دوسرے ان کی جگہ فیصلہ کریں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے معاشرے میں اس بات کو رواج دیں۔ نوجوانوں کو مناسب سن و سال میں کہ جب ان کی نوجوانی کی بہار اپنے عروج پر ہو، عشق و شوق کی اس جوش و گرمی کے ساتھ شادی کرنی چاہیے۔ یہ بات بہت سے افراد کے نظریات اور خیالات کے برخلاف ہے کہ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ جوانی کے زمانے کی شادی

در اصل ”وقت سے پہلے کھلنے والا پھول“ ہے کہ جو جلد ہی مرجھا جاتا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر شادی اور اس کے فلسفے کو صحیح طور پر درک کیا جائے اور یہ صحیح طور پر انجام پائے تو جو انی کی شادیاں اچھی اور بہت پائیدار ثابت ہوں گی اور ایسے خاندان میں میاں بیوی مکمل طور پر ایک دوسرے کے سچے دوست اور اچھے جیون ساتھی ثابت ہوں گے۔

وقتِ ضرورت، رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا

اسلام کی یہی خواہش ہے کہ یہ مقدس امر اپنے صحیح وقت پر کہ جب اس کی ضرورت محسوس کی جائے جتنا جلدی ممکن ہو، انجام پائے۔ یہ وہ امور ہیں جو صرف اسلام ہی سے مخصوص ہیں۔ یعنی جتنی جلدی ہو بہتر ہے۔ جلدی اس لئے کہ وہ وقت کہ جب لڑکا و لڑکی اپنے جیون ساتھی کی ضرورت محسوس کریں تو یہ کام جتنا جلدی ممکن ہو انجام پائے، بہتر ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اولاً، رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے دامن میں چھپی ہوئی خیر و برکات اپنے صحیح وقت پر انسان کو حاصل ہوں گی قبل اس کے کہ زمانہ گزرے یا اس کی زندگی کا بہترین حصہ گزر جائے۔ دوسری بات یہ کہ وقت پر شادی جنسی انحرافات اور بے راہ روی کا راستہ روکتی ہے۔ لہذا حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ”مَنْ تَزَوَّجَ أَحْرَزَ نَصْفَ دِينِهِ“^(۱) (جس نے وقت پر شادی کی اس نے اپنا نصف دین محفوظ کر لیا)۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے دین و ایمان کو متزلزل کرنے والے آدھے جملے اور ان کو لاحق خطرات صرف جنسی انحرافات اور بے راہ روی کی وجہ سے ہیں۔

شادی کی برکتیں اور فوائد

رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کا شریک حیات اور جیون ساتھی بنا اور ”خوشحال گھرانے“ کی ٹھنڈی فضا میں سانس لینا دراصل زندگی کے اہم ترین امور سے تعلق رکھتا ہے۔ شادی، مرد اور عورت دونوں کے روحانی آرام و سکون اور مل جل کر زندگی کی گاڑی کو دلگرمی کے ساتھ چلانے کا ایک وسیلہ ہے۔ یعنی ایک دوسرے کی ڈھارس باندھنے، اطمینان قلب اور ایک ”غنجوار“ و ”مونس“ کی تلاش کا وسیلہ ہے کہ جس کا وجود میاں بیوی کی مشترکہ زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ شادی، انسان کی جنسی، شہوتی اور جبلتی جیسی فطری ضرورتوں کا مثبت جواب دینے کے علاوہ تولید نسل اور صاحب اولاد ہونے جیسی زندگی کی بڑی خوشیوں کو بھی اپنے ہمراہ لاتی ہے۔

پس آپ شادی کے مادی اور معنوی پہلوؤں پر توجہ کیجئے کہ جب ایک انسان شادی کو اس نظر سے دیکھتا ہے تو وہ شادی کو مبارک و مسعود امر اور مفید حکم پاتا ہے۔ البتہ شادی کا سب سے اہم فائدہ ”گھر بسانا“ ہے جب کہ دیگر مسائل دوسرے درجے کے ہیں یا اس ”گھر بسانے“ والے امر کی مدد کرنے والے ہیں مثلاً تولیدِ نسل یا بشری غرائز اور جبلتوں کی سیرابی کا انتظام کرنا۔ نسلِ بشر کی ابتدا و بنیاد، شادی ہے، عالم کی بقا شادی سے وابستہ ہے، تہذیب و تمدن اور ثقافتیں شادی ہی کے ذریعے آنے والی نسلوں تک منتقل ہوتی ہیں اور سیاسی اور دیگر جہات سے معاشروں کا استقلال و آزادی، شادی سے ہی منسلک ہے۔ غرضیکہ شادی اپنے دامن میں بے شمار فوائد رکھتی ہے۔

شادی کی شرائط کمال

شریعت میں حکم دیا گیا ہے کہ رشتہ ازدواج کو مضبوطی سے قائم رکھا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میاں بیوی کی مشترکہ زندگی سے متعلق بہت سی شرائط کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ازدواجی زندگی کے اخلاق و عمل کے بارے میں کہ جب آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں تو اپنی بیوی یا شوہر کے لئے اپنے اخلاق کو اچھا بنائیے، مشترکہ زندگی میں اس کی مدد کیجئے، عفو و درگزر سے کام لیں، ایک دوسرے سے محبت کریں، اس کے سچے اور مخلص دوست بنیں اور اس سے وفاداری کریں۔ یہ سب شریعت کے احکام اور دستور ہیں۔

البتہ شادی میں ”مادی شرائط“ کو بہت آسان رکھا گیا ہے۔ جو چیز شادی میں اہم ہے وہ اپنے شریک حیات کے بشری پہلو اور اس کے انسانی احساسات کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے لڑکیوں کو چاہیے کہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک ایک دوسرے کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں کیونکہ یہ سب امور اس بندھن اور اس رشتے کی حفاظت کرتے ہیں۔

شریعتِ مقدسہ نے انسان کے اجتماعی روابط اور تعلقات میں ”شادی“ جیسے اس انسانی امر پر دستخط تو کئے ہیں لیکن ساتھ ہی بہت سی شرائط بھی رکھی ہیں۔ ان جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ یہ انسانی امر ایک انسان کے دوسرے انسان سے رابطے کے دائرے سے خارج ہو کر ایک تجارتی لین دین کے معاملے میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اس چیز کو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی ہے۔ البتہ یہ شرائط، شادی کی شرائط کمال میں شمار کی جاتی ہیں نہ کہ اس کے صحیح ہونے کی^(۱)، لیکن بہر حال یہ شرائط ہیں۔

اسلام کی نظر میں کفو اور ہم پلہ ہونے کا تصور

شریعتِ مقدسہ میں شادی کے لئے جس چیز کو متعین کیا گیا ہے وہ لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کا کفو اور ہم پلہ ہونا ہے۔ کفو اور ہم پلہ ہونے کے سلسلے میں جو چیز قابلِ اہمیت ہے وہ ایمان ہے یعنی دونوں کو مومن، مستقی اور پرہیزگار ہونا چاہیے اور یہ کہ دونوں اسلامی تعلیمات پر اعتقاد رکھنے والے اور ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ جب یہ چیز حاصل ہو جائے تو بقیہ دوسری (مادی) چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ جب شادی کرنے والے لڑکے لڑکی کی پاکدامنی، تقویٰ اور طہارت و پاکیزگی معلوم ہو اور دونوں ایک دوسرے کے کفو اور ہم پلہ ہوں تو بقیہ دوسری چیزیں خدا خود فراہم کر دے گا۔

اسلام میں اس مشترکہ جدوجہد اور زندگی کا معیار کہ جس کا نام ایک دوسرے کا جیون ساتھی بنا ہے، دین و تقویٰ سے عبارت ہے۔ المومن کفو المومنة والمسلم کفو المسلمة^(۲) یعنی مومن مرد، مومن عورت کا کفو ہے جب کہ مسلمان مرد مسلمان عورت کا ہم پلہ ہے۔ یہ ہے دین کا بتایا ہوا معیار۔

البتہ جو بھی راہِ خدا میں آگے آگے، پیشقدم، دوسروں سے زیادہ فداکاری کرنے والا، دوسروں کی نسبت زیادہ آگاہ اور بندگانِ خدا کے لئے زیادہ ہمدرد اور انہیں نفع پہنچانے والا ہو گا وہ سب سے بہتر اور بلند مقام کا حامل ہے۔ ممکن ہے کہ عورت اس مقام کی مالک نہ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن عورت کو چاہیے کہ خود کو اس بلند مقام کی طرف حرکت دے یا ممکن ہے کہ عورت کا مقام مرد سے زیادہ بلند ہو اور مرد اس رتبے کا حامل نہ ہو۔ پس مرد کو چاہیے کہ اس بلند مقام و منزل کی جانب قدم اٹھائے۔

۱ ہر چیز کی کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ کچھ شرائط اس عمل کے صحیح ہونے اور کچھ اس کے کمال سے متعلق ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز کی شرائط صحت یا صحیح ہونے کی جملہ شرائط میں سے چند شرط یہ ہیں کہ نمازی کا بدن، لباس اور نماز کی جگہ پاک ہو اور غصبی نہ ہو کہ اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو نماز باطل ہے۔ لیکن کچھ شرائط نماز کے کمال سے متعلق ہیں مثلاً حضور قلب اور توجہ سے نماز کی ادائیگی ہو، خوفِ خدا سے گریہ کرنا اور اپنی ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر ادا کرنا وغیرہ۔ یعنی اگر ان شرائط نماز کا خیال نہ رکھا جائے تو بھی یہ نماز فقہی طور پر صحیح ہے۔ لیکن دین مقدس اسلام نے شرائط کمال پر بہت زور دیا ہے کہ جو نماز کو کمال کی طرف لے جاتی ہیں۔ اسی طرح شادی کی شرط کمال یہ ہے کہ شادی ایک تجارتی معاملے میں تبدیل نہ ہونے پائے لیکن اگر کیسا ایسا ہو کہ مہر اور جہیز زیادہ رکھا جائے تو ان کی وجہ سے خود شادی کے فقہی طور پر صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور شادی اپنی جگہ مکمل صحیح ہوگی لیکن اسلام کو یہ بات ہرگز پسند نہیں۔ (مترجم)

عاقل اور غافل انسان کا فرق

ایک وقت انسان شادی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ”پروردگارا! میں شادی کر رہا ہوں اور اپنی ایک فطری ضرورت کو پورا کر رہا ہوں۔“ ممکن ہے کہ اس کی طبیعت و مزاج ہی اسی طرح کا ہو کہ وہ خدا کا شکر کرے اگرچہ کہ وہ اپنی زبان سے یہ جملے ادا نہ کرے یا ذہن میں بھی نہ لے کر آئے۔ لیکن توجہ رہے کہ انسان کی فطری ضرورت صرف اُس کی جنسی خواہش کو ہی پورا نہیں کرتی بلکہ مرد و عورت دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر اپنی مشترک زندگی کا آغاز کرتے ہیں، اپنا گھر بساتے اور اپنے چھوٹے سے خاندان کو وجود میں لے کر آتے ہیں۔ یہ بھی انسان کی ضرورتیں ہیں اور دیگر ضروریات کی مانند اس کا وجود انسانی حیات کے لئے اشد ضروری ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ”خداوند! میں اپنی اس فطری ضرورت کو پورا کر رہا ہوں، میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے موقع فراہم کیا، مجھے اجازت دی، مجھے یہ وسیلہ عطا کیا اور مجھے اچھی شریک حیات نصیب ہوئی۔ میں شادی کے بعد بھی اپنی نئی زندگی میں پوری کوشش کروں گا کہ تیری رضا اور خوشنودی کے مطابق عمل کروں۔“ یہ ایک طرح سے شادی کرنا اور اپنی نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔ ایک اور انسان ہے جو شادی تو کرتا ہے لیکن نہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے، نہ اپنی شریک حیات کی قدر و قیمت جانتا ہے اور نہ ہی اس فرصت کو غنیمت شمار کرتا ہے کہ جو اُسے حاصل ہوئی ہے۔ یہ آدمی مست اور غافل انسان کی مانند ہے۔ اگر ایسی زندگی کو دوام بھی حاصل ہو جائے تو بھی یہ کبھی شیریں نہیں ہو سکے گی اور نہ ہی اس میں ایک دوسرے کی نسبت اپنی ذمہ داریوں کا خیال رکھا جائے گا۔

شادی کی نعمت کا شکرانہ

آپ کو چاہیے کہ زندگی کے اس مرحلے کو کہ جب آپ اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں اور اپنے گھرانے کی بنیادیں مضبوطی سے رکھتے ہیں، خداوند عالم کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت تصور کریں اور اس کا شکرانہ بجالائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کا دیا ہوا ہے ”ما بنامن نعمة فمن الله“^(۱)۔ لیکن اس نعمت کی طرف توجہ اور نعمت دینے والی ذات کی یاد آوری بہت اہمیت کی حامل ہے۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں کہ جن کی طرف انسان توجہ بھی نہیں کرتا۔ بہت سے لوگ ہیں کہ جو شادی کرتے ہیں اور بہت سی خوبیوں کے مالک بن جاتے ہیں، اچھی اور شیریں زندگی انہیں نصیب ہوتی ہے اور وہ بہترین زندگی گزارتے ہیں لیکن اس بات کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے کہ انہیں اپنی قسمت اور مستقبل کو اچھا بنانے والا کتنا اہم موقع نصیب ہوا ہے۔ جب انسان یہ نہ سمجھ سکے تو وہ نعمت کا شکر یہ بھی ادا نہیں کر سکتا اور نتیجے کے طور پر رحمت الہی سے محروم ہو جاتا ہے جو انسان کے شکر کی وجہ سے اس پر نازل ہوتی ہے۔

لہذا انسان کو چاہیے کہ اس بات کی طرف توجہ کرے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا شکرانہ کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ ایک وقت انسان شکرے کو فقط اپنی زبان سے ادا کرتا ہے کہ ”خدا یا تیرا شکر ہے“، لیکن یہ شکر اس کے دل کی گہرائیوں تک سرایت نہیں کرتا ہے ایسا شکر صرف لقلقہ زبانی ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن ایک وقت انسان اپنے دل کی گہرائیوں سے خدائے متعال کا شکر گزار ہوتا ہے اور ایسا شکر بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ایسا انسان سمجھتا ہے کہ خداوند متعال نے اسے ایک نعمت دی ہے اور وہ حقیقت میں اپنے شکر کا اظہار کرتا ہے۔ یہ شکر کا بہترین درجہ ہے۔ جب بھی ہم خداوند عالم کا شکر یہ ادا کرتے ہیں تو اس شکرانے کی وجہ سے ہم پر ایک عمل کی انجام دہی لازم ہو جاتی ہے۔ بہت خوب، اب جب کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ نعمت دی ہے تو اس کے بدلے میں آپ کو کیا کام انجام دینا چاہیے؟ اس نعمت کے جواب میں ہم سے ہماری قدرت سے زیادہ عمل کی توقع نہیں کی گئی ہے نعمت کے مقابلے میں جو چیز ہم سے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس نعمت سے اچھا برتاؤ کریں اور اس اچھے برتاؤ کو اسلام میں معین کیا گیا ہے کہ جسے خاندانی اخلاق و حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی زندگی میں ہمیں کیا عمل اختیار کرنا چاہیے تاکہ ہماری زندگی ایک اچھی زندگی ہو۔

شادی کس لئے، مال و جمال کے لئے یا کمال کے لئے؟

اگر کوئی مال و جمال کے لئے شادی کرے تو روایت کے مطابق ممکن ہے کہ خداوند عالم اسے مال و دولت اور خوبصورتی دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے ان چیزوں سے محروم رکھے۔ لیکن اگر کوئی تقویٰ اور عفت و پاکیزگی کے حصول کے لئے شادی کرے تو خداوند عالم اسے مال و دولت بھی دے گا اور حسن و خوبصورتی بھی عطا کرے گا۔ ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حسن و خوبصورتی تو عطا کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے یعنی کسی کے پاس خوبصورتی ہے یا نہیں ہے! (دینے یا نہ دینے سے اس کا کیا تعلق؟) اس کے معنی یہ ہیں کہ خوبصورتی آپ کے دل اور نگاہوں میں ہے۔ اگر انسان کسی کو کہ جو بہت خوبصورت نہ ہو، پسند کرے تو وہ اسے اچھا لگے گا یا وہ کسی کو پسند نہیں کرتا ہر چند کہ وہ بہت خوبصورت ہی کیوں نہ ہو، تو وہ اسے اچھا نہیں لگے گا۔

اسلامی روش ہی بہتر ہے

عیسائیت اور یہودیت سمیت دیگر ادیان میں یہ رشتہ (شادی) مختلف صورتوں میں موجود ہے۔ اسلام نے ان ادیان کی شادی کے طریقے کو معتبر جانتے ہوئے مرد و عورت کو میاں بیوی قرار دیا ہے اور ان کی اولاد کو بھی حلال زادہ سمجھا ہے۔ اسلام میں شادی کا تصور، طریقہ اور روش بقیہ تمام ادیان اور اقوام کے طریقہ ازدواج سے زیادہ بہتر ہے۔ شادی کے مقدمات، اس کی اصل و بنیاد نیز اس کا دوام و بقا انسان کی مصلحت کے عین مطابق رکھا گیا ہے۔ البتہ دوسرے ادیان میں ہونے والی شادیاں بھی ہمارے نزدیک معتبر اور قابل احترام ہیں یعنی وہ نکاح جو ایک عیسائی کے لئے اُس کے گرجا گھر یا ایک یہودی کے لئے اُس کے مَعْبَد (کنیسہ) میں یا ہر قوم کے اپنے اپنے خاص طریقے سے انجام دیا جاتا ہے وہ ہمارے نزدیک صحیح ہے اور ہم اسے باطل نہیں کہتے ہیں۔ لیکن جو طریقہ اسلام نے معین کیا ہے وہ دوسروں سے بہتر ہے کہ جس میں شوہر اور بیوی دونوں کے لئے الگ الگ حقوق، مشترکہ ازدواجی زندگی کے آداب اور ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننے کی روش بھی بیان کی گئی ہے۔ ”اسلامی بنیاد“ یہی ہے کہ ایک گھرانہ تشکیل پائے اور وہ خوش بخت اور خوشحال بھی ہو۔

نکاح کے چند بول کے ذریعے؟

یہ نکاح جو ہم پڑھتے ہیں، درحقیقت اس کے چند بول (صیغوں) کے ذریعے ہم دو اجنبیوں اور مختلف ماحول و خاندان کے لمڑے لڑکی کو ایک دوسرے سے ملا دیتے ہیں۔ یوں یہ آپس میں اس طرح شیر و شکر ہو جاتے ہیں کہ یہ پوری دنیا سے زیادہ ایک دوسرے کے لئے محرم، ایک دوسرے کے سب سے نزدیک اور مہربان و غمخوار بن جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہم اس نکاح کے ذریعے انسانی معاشرے میں ایک نئی اکائی ایجاد کرتے ہیں اور یوں معاشرے کا یہ انسانی اجتماع ”گھرانے“ کی اکائی سے تشکیل پاتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ آپ دونوں انسان ہیں، ایک بیوی ہے اور ایک شوہر کہ آپس میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے اور ہم اس نکاح کے چند جملے پڑھ کر آپ کی ان ضرورتوں کے مثبت حل کا سامان کرتے ہیں۔ ہم یہ تین کام انجام دیتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کی ابتدا بھی ہے اور بنیاد بھی اب اس کے بعد آگے خود آپ کی ذمہ داری ہے۔

سب سے اہم ترین فائدہ

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے اور اپنا گھر بسانے کو اسلام میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور اس کے بہت سے فوائد ہیں لیکن اس کا سب سے اہم ہدف اور فائدہ اپنا گھر بسانا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان محبت و خلوص اور ایثار و فداکاری کا یہ رشتہ

اور معاشرے میں گھرانے کی ”اکائی“ کی تشکیل دراصل مرد و عورت دونوں کے روحانی آرام و سکون، کمال اور اُن کی شخصیت کے رشد اور پختگی میں بہت موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ ان سب کے بغیر مرد کا وجود بھی ناقص ہے اور عورت کا وجود بھی نامکمل رہتا ہے۔ دوسرے تمام مسائل کا درجہ اس کے بعد آتا ہے۔ اگر یہ گھرانہ، صحیح و سالم اور محبت و خلوص کی فضا میں تشکیل پائے تو یہ معاشرے کے موجودہ اور آئندہ حالات پر اثر انداز ہوگا۔

ازدواجی زندگی کا آغاز دراصل گھرانے کی تشکیل کے لئے اقدام کرنا ہے جب کہ گھر کو بسانا درحقیقت تمام اجتماعی روابط کی اصلاح اور انسانی تربیت کی بنیاد ہے۔

درحقیقت شادی عبارت ہے لڑکے اور لڑکی کی اپنی مشترکہ ازدواجی زندگی شروع کرنے اور گھر بسانے سے۔ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو دیکھیں (اور پسند کریں)، شرعی عقد (نکاح) پڑھا جائے اور یہ ایک دوسرے کے میاں بیوی بن جائیں اور یوں محبت و خلوص کی فضا میں ایک گھرانے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ خداوند عالم ہر لحاظ سے صحیح و سالم اور مسلمان گھرانے کو پسند کرتا ہے۔ جب ایک گھرانہ تشکیل پاتا ہے تو اس پر بہت سی برکتیں بھی نازل ہوتی ہیں، میاں بیوی کو اپنی بہت سی ضرورتوں کا مثبت حل مل جاتا ہے اور انسانی نسل اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ ان تمام مراحل میں اصل چیز اولاد، خوبصورتی و زیبائی اور مال و دولت نہیں ہے بلکہ اصل جوہر یہ ہے کہ دو انسان مل کر اپنی مشترکہ ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں چنانچہ اس مشترکہ زندگی کی فضا اور ماحول کو صحیح و سالم ہونا چاہیے۔

اس گھرانے کی بنیاد رکھنا بذات خود سب سے اہم عنصر ہے۔ خلقت بشر کی اساس اس پر رکھی گئی ہے کہ ایک مرد و عورت مل کر باہمی شراکت و رضا مندی سے اس اکائی کی بنیاد رکھیں تاکہ زندگی آسانی سے، بغیر کسی مشکل و تشویش خاطر کے انسانی حاجت و ضرورت کی جواب دہی کے لئے آگے بڑھے۔ اگر یہ سب چیزیں نہ ہوں تو جان لیں کہ زندگی اپنی ایک ٹانگ کے سہارے چل رہی ہے۔

دوسری بات

محبت و خلوص میں تشکیل پانے والا گھرانہ اور خاندانی نظام زندگی

درپچہ

اب ہمارے بہترین اور عزیز ترین لڑکے اور لڑکیاں جان گئے ہیں کہ ”رشتہ ازدواج“ میں منسلک ہونے اور اس مقدس بندھن کا سب سے بہترین نتیجہ اور اصل ہدف ”گھرانے“ کی بنیاد رکھنا ہے۔

آج کے زمانے میں سب ہی ”گھرانے“ کے متعلق باتیں کرتے ہیں اور سب ہی کو اس بارے میں تشویش لاحق ہے۔ معاشرتی اور تاریخی علوم کے ماہرین کسی بھی معاشرے کی سب سے پہلی اور بنیادی ترین شکل ”گھرانے“ کو قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ماہرین نفسیات بھی انسانوں کے نفسانی حالات کی جڑوں کو ”گھرانے“ میں ہی تلاش کرتے ہیں۔ جب کہ تربیت کے شعبے سے منسلک مفکرین اور دانش مند حضرات ”گھر“ کو ہی تربیتی امور کا مرکز جانتے ہیں اور اجتماعی مصلح حضرات بھی ہر قسم کی اصلاح طلب تبدیلی و انقلاب کو ”گھرانے“ سے ہی مربوط قرار دیتے ہیں اور

سچ مچ، گھرانے کی اہمیت کتنی زیادہ ہے؟

اسلام کی اس بارے میں کیا نظر ہے؟

کس طرح ایک ”گھرانے“ کی بنیادوں کو مستحکم بنایا جا سکتا ہے؟

اور، اور، اور

اسلام اور معاشرے میں ”گھرانے“ کے مقام و منزلت اور اس کے مختلف اثرات کو اسلام کے مایہ ناز مفکر اور فلسفہ شناس دانشمندی حیثیت سے اپنے ہر دلعزیز قائد و رہبر سے سننا اس عظیم بنیاد کو رکھنے والے نوجوانوں کے لئے راہ گشا ہے۔

کلمہ طیبہ یا پاک بنیاد

گھرانہ ”کلمہ طیبہ“ کی مانند ہے اور کلمہ طیبہ کی خاصیت یہ ہے کہ جب یہ وجود میں آتا ہے تو مسلسل اس کے وجود سے خیر و برکت اور نیکی ہی ملتی رہتی ہے اور وہ اپنے اطراف کی چیزوں میں نفوذ کرتا رہتا ہے۔ کلمہ طیبہ وہی چیزیں ہیں کہ جنہیں خداوند متعال نے انسان کی فطری ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی صحیح بنیادوں کے ساتھ اُسے تحفہ دیا ہے۔ یہ سب کلمہ طیبہ ہیں خواہ وہ معنویات ہوں یا مادیات۔

انسانی معاشرے کی اکائی

جس طرح ایک انسانی بدن ایک اکائی ”سیل“ یا ”خلیے“ سے تشکیل پاتا ہے کہ ان خلیوں کی نابودی، خرابی اور بیماری خود بخود اور فطری طور پر بدن کی بیماری پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اگر ان اکائیوں ”خلیوں“ میں پلنے والی بیماری بڑھ جائے تو خطرناک شکل میں بڑھ کر پورے انسانی بدن کے لئے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرہ بھی اکائیوں سے مل کر بنا ہے جنہیں ہم ”گھرانہ“ کہتے ہیں۔ ہر گھر اور گھرانہ انسان کے معاشرتی بدن کی اکائی ہے۔ جب یہ صحیح و سالم ہوں گے اور صحیح اور اچھا عمل انجام دیں گے تو معاشرے کا بدن بھی یقیناً صحیح و سالم ہوگا۔

اچھا گھرانہ اور اچھا معاشرہ

اگر کسی معاشرے میں ایک گھرانے کی بنیادیں مستحکم ہو جائیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں، آپس میں خوش رفتاری، اچھے اخلاق اور باہمی تعاون سے پیش آئیں، مل کر مشکلات کو حل کریں اور اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں تو وہ معاشرہ بہتر صورت حال اور نجات سے ہمکنار ہو جائے گا اور اگر معاشرے میں کوئی مصلح موجود ہو تو وہ ایسے معاشروں کی باآسانی اصلاح کر سکتا ہے۔ لیکن اگر صحیح و سالم اور اچھے گھرانے ہی معاشرے میں موجود نہ ہوں تو کتنے ہی بڑے مصلح کیوں نہ آجائیں وہ بھی معاشرے کی اصلاح نہیں کر سکتے۔

۱ سورہ ابراہیم کی آیت ۲۴ کی طرف اشارہ ہے کہ ارشاد رب العزت ہے: ”اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال پیش کی ہے جیسے ایک شجر طیبہ کہ جس کی جڑیں زمین میں مستحکم ہوں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں اور اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل بھی لے کر آتا ہے۔“

ہر وہ ملک کہ جس میں گھرانے کی بنیادیں مضبوط ہوں تو اس ملک کی بہت سی مشکلات خصوصاً معنوی اور اخلاقی مشکلات اس مستحکم اور صحیح و سالم گھرانے کی برکت سے دور ہو جائیں گی یا سرے ہی سے وجود میں نہیں آئیں گی۔ یہ بندھن اور ملاپ اور زندگی کا نیا روپ دراصل خداوند عالم کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور اُس کے اسرارِ خلقت میں سے ایک سر ہے۔ اسی طرح معاشروں کی صحت و سلامتی اور اصلاح و بہتری نیز ان کے بقا اور دوام کا دار و مدار اسی ازدواجی زندگی پر ہے۔

اگر ایک گھرانہ صحیح صورت میں تشکیل پائے اور منطقی، عقلی اور اخلاقی اصول دونوں میاں بیوی پر حاکم ہوں اور وہ گھر، خدا اور شریعت مقدسہ کے معین شدہ اصولوں کے مطابق چلے تو یہ گھرانہ اصلاح معاشرہ کی بنیاد قرار پائے گا نیز اس معاشرے کے تمام افراد کی سعادت کی بنیاد بھی یہی گھر بنے گا۔

گھر کو بسانا دراصل انسان کی ایک اجتماعی ضرورت ہے۔ چنانچہ اگر کسی معاشرے میں ”گھرانے“ صحیح و سالم اور مستحکم ہوں، حالاتِ زمانہ ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کریں اور وہ مختلف قسم کی اجتماعی آفات سے محفوظ ہوں تو ایسا معاشرہ اچھی طرح اصلاح پاسکتا ہے، اس کے باشندے فکری رشد پاسکتے ہیں، وہ روحانی لحاظ سے مکمل طور پر صحیح و سالم ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ نفسیاتی بیماریوں سے بھی دور ہوں۔

اچھے گھرانے سے محروم معاشرہ نفسیاتی بیماریوں کا مرکز ہے

اچھے گھرانوں سے محروم معاشرہ ایک پریشان، غیر مطمئن اور زبوں حالی کا شکار معاشرہ ہے اور ایک ایسا معاشرہ ہے کہ جس میں ثقافتی، فکری اور عقائدی ورثہ آنے والی نسلوں تک باآسانی منتقل نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاشرے میں انسانی تربیت کے بلند مقاصد آسانی سے حاصل نہیں ہو پاتے یا اس میں صحیح و سالم گھرانوں کا فقدان ہوتا ہے یا ان کی بنیادیں متزلزل ہوتی ہیں۔ ایسے معاشروں میں انسان اچھے تربیتی مراکز اور پرورش گاہوں میں بھی اچھی پرورش نہیں پاسکتے۔

صحیح و سالم گھرانے کا فقدان اس بات کا سبب بنتا ہے کہ نہ اس میں بچے صحیح پرورش پاتے ہیں، نہ نوجوان اپنی صحیح شخصیت تک پہنچ سکتے ہیں اور انسان بھی ایسے گھرانوں میں کامل نہیں بنتے۔ جب کہ اس گھر سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی بھی صالح اور نیک نہیں ہوں گے، اس گھر میں اخلاقیات کا بھی فقدان ہو گا اور گذشتہ نسل کے اچھے اور قیمتی تجربات بھی اگلی نسلوں تک منتقل نہیں ہو سکتے ہیں۔ جب ایک معاشرے میں اچھا گھرانہ موجود نہ ہو تو جان لیجئے کہ اس معاشرے میں ایمان اور دینداری کو وجود میں لانے والا کوئی مرکز موجود نہیں ہے۔

ایسے معاشرے کہ جن میں گھرانوں کی بنیادیں کمزور ہیں یا جن میں اچھے گھرانے سرے ہی سے وجود نہیں رکھتے یا کم ہیں یا اگر ہیں تو ان کی بنیادیں متزلزل ہیں تو وہ فنا اور نابودی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ ایسے معاشروں میں نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کے اعداد و شمار ان معاشروں سے زیادہ ہیں کہ جن میں اچھے اور مستحکم گھرانے موجود ہیں اور مرد و عورت گھرانے جیسے ایک مضبوط مرکز سے متصل ہیں۔

غیر محفوظ نسلیں

انسانی معاشرے میں گھرانہ بہت اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے۔ آنے والی نسلوں کی تربیت اور معنوی، فکری اور نفسیاتی لحاظ سے صحیح و سالم انسانوں کی پرورش کے لئے گھرانے کے فوائد تک نہ کوئی پہنچ سکتا ہے اور تعلیم و تربیت کے میدان میں نہ ہی کوئی چیز بھی گھر و گھرانے کی جگہ لے سکتی ہے۔ جب خاندانی نظام زندگی بہتر انداز میں موجود ہو تو ان کروڑوں انسانوں میں

سے ہر ایک کے لئے دیکھ بھال کرنے والے (والدین جیسے دو شفیق وجود) ہمیشہ ان کے ہمراہ ہوں گے کہ جن کا کوئی بھی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔

”گھرانہ“ ایک امن و امان کی داوی محبت اور پُر فضا ماحول کا نام ہے کہ جس میں بچے اور والدین اس پر امن ماحول اور قابل اعتماد فضا میں اپنی روحی، فکری اور ذہنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں محفوظ رکھتے ہوئے ان کی پرورش اور رُشد کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن جب خاندانی نظام ہی کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں تو آنے والی نسلیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔

انسان، تربیت، ہدایت اور کمال و ترقی کے لئے خلق کیا گیا ہے اور یہ سب اہداف صرف ایک پر امن ماحول میں ہی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ایسا ماحول کہ جس کی فضا کو کوئی نفسیاتی الجھن آلودہ نہ کرے اور ایسا ماحول کہ جس میں انسانی صلاحیتیں اپنے کمال تک پہنچیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایسے ماحول کا وجود لازمی ہے کہ جس میں تعلیمات ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منعکس ہوں اور ایک انسان اپنے بچپن سے ہی صحیح تعلیم، مددگار نفسیاتی ماحول اور دو فطری معلموں یعنی والدین کے زیر سایہ تربیت پائے جو عالم دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ اس پر مہربان ہیں۔

اگر معاشرے میں صحیح خاندانی نظام رائج نہ ہو تو انسانی تربیت کے تمام اقدامات ناکام ہو جائیں گے اور اس کی تمام روحانی ضرورتوں کو مثبت جواب نہیں ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تخلیق اور فطرت ایسی ہے کہ جو اچھے گھرانے، صحیح و کامل خاندانی نظام کے پُر فضا اور محبت آمیز ماحول اور والدین کی شفقت و محبت کے بغیر صحیح و کامل تربیت، بے عیب پرورش اور نفسیاتی الجھنوں سے دور اپنی لازمی روحانی نشو و نما تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ انسان اپنی باطنی صلاحیتوں اور اپنے احساسات و جذبات کے لحاظ سے اسی وقت کامل ہو سکتا ہے کہ جب وہ ایک مکمل اور اچھے گھرانے میں تربیت پائے۔ ایک مناسب اور اچھے نظام زندگی کے تحت چلنے والے گھر میں پرورش پانے والے بچوں کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نفسیاتی لحاظ سے صحیح و سالم اور ہمدردی اور مہربانی کے جذبات^(۱) سے سرشار ہوں گے۔

ایک گھرانے میں تین قسم کے انسانوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ ایک مرد ہیں جو اس گھر کے سرپرست یا والدین ہیں، دوسرے درجے پر خواتین کہ جو ماؤں کا کردار ادا کرتی ہیں اور تیسرے مرحلے پر اولاد کہ جو اس معاشرے کی آنے والی نسل ہے۔

اچھے گھرانے کی خوبیاں

ایک اچھا گھرانہ یعنی ایک دوسرے کی نسبت اچھے، مہربان، پُر خلوص جذبات و احساسات کے مالک اور ایک دوسرے سے عشق و محبت کرنے والے میاں بیوی جو کہ ایک دوسرے کی جسمانی اور روحانی حالت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ضرورت کے

مطابق ایک دوسرے کی مدد کریں، ایک دوسرے کی فعالیت، کام کاج اور ضرورتوں کو اہمیت دیں اور ایک دوسرے کے آرام و سکون اور بہتری و بھلائی کو مد نظر رکھیں۔ یہ سب پہلے درجے پر ہیں۔

ماہرین نفسیات اس بات کے قائل ہیں اور ہماری احادیث و روایات بھی اس مطلب پر تاکید کرتی ہیں کہ گھر میں والدین کا اپنی اولاد سے ہمدردی، محبت، شفقت اور مہربانی و پیار سے پیش آنا بچوں کی تربیت اور ان کی نشو و نما میں بہت زیادہ موثر ہے۔ والدین کا خشک رویہ بچوں سے مہربانی، ہمدردی، اور پیار و محبت کو سلب کر لے گا اور وہ بچے سخت مزاج، ناقص اور ناہموار طبیعت کے مالک ہوں گے۔ (مترجم)

دوسرے درجے پر اس گھرانے میں پرورش پانے والی اولاد ہے کہ جس کی تربیت کے لئے وہ احساس ذمہ داری کریں اور مادی اور معنوی لحاظ سے انہیں صحیح و سالم پرورش کا ماحول فراہم کریں۔ ان کی خواہش یہ ہونی چاہیے کہ ان کے بچے مادی اور معنوی لحاظ سے سلامتی اور بہتری تک پہنچیں، انہیں بہترین تعلیم و تربیت دیں، انہیں موڈ بنائیں، اچھے طریقوں سے اپنی اولاد کو برے کاموں کی طرف قدم بڑھانے سے روکیں اور بہترین صفات سے ان کی روح کو مزین کریں۔ ایک ایسا گھر دراصل ایک ملک میں ہونے والی تمام حقیقی اصلاحات کی بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔ چونکہ ایسے گھرانوں میں اچھے انسان ہی اچھی تربیت پاتے ہیں اور بہترین صفات کے مالک ہوتے ہیں۔ جب کوئی معاشرہ شجاعت، عقلی استقلال، فکری آزادی، احساس ذمہ داری، پیار و محبت، جرات و بہادری، وقت پر صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت، دوسروں کی خیر خواہی اور اپنی خاندانی پاکیزگی و نجابت کے ساتھ پرورش پانے والے لوگوں کا حامل ہوگا تو وہ کبھی بدبختی و روسیاء ہی کے شکل نہیں دیکھے گا۔

اچھے خاندانی نظام میں ثقافت کی منتقلی کی آسانی

ایک معاشرے میں اس کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے اصولوں کی حفاظت اور آئندہ آنے والی نسلوں تک ان کی منتقلی اچھے گھرانے یا بہترین خاندانی نظام کی برکت ہی سے انجام پاتی ہے۔

رشتہ ازدواج میں نوجوان لڑکے لڑکی کے منسلک ہونے کا سب سے بہترین فائدہ ”گھر بسانا“ ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ اگر ایک معاشرہ اچھے گھرانوں، خاندانی افراد اور بہترین نظام تربیت پر مشتمل ہو تو وہ بہترین معاشرہ کہلائے جانے کا مستحق ہے اور وہ اپنی تاریخی اور ثقافتی خزانوں اور ورثہ کو بخوبی احسن اگلی نسلوں تک منتقل کرے گا اور ایسے معاشرے میں بچے بھی صحیح تربیت پائیں گے۔ چنانچہ وہ ممالک اور معاشرے کہ جن میں خاندانی نظام مشکلات کا شکار ہوتا ہے تو وہاں ثقافتی اور اخلاقی مسائل پیش آتے ہیں۔

اگر موجودہ نسل اس بات کی خواہش مند ہے کہ وہ اپنے ذہنی اور فکری ارتقائی، تجربات اور نتائج کو آنے والی نسلوں کو منتقل کرے اور ایک معاشرہ اپنے ماضی اور تاریخ سے صحیح معنی میں فائدہ حاصل کرے تو یہ صرف اچھے گھرانوں یا اچھے خاندانی نظام زندگی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ گھر کی اچھی فضا میں اس معاشرے کی ثقافتی اور تاریخی بنیادوں پر ایک انسان اپنے تشخص کو پاتا ہے اور اپنی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے۔ یہ والدین ہی ہیں کہ جو غیر مستقیم طور پر بغیر کسی جبر اور تصنع (بناوٹ) کے فطری اور طبعی طور پر اپنے فکری مطالب، عمل، معلومات، عقائد اور تمام مقدس امور کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرتے ہیں۔

خوشحال گھرانہ اور مطمئن افراد

اسلام ”گھرانے“ پر مکمل توجہ دیتا ہے اور گھرانے پر اس کی نظر خاص الخاص اہتمام کے ساتھ جمی ہوئی ہیں کہ جس کی وجہ سے خاندانی نظام یا گھرانے کو انسانی حیات میں مرکزیت حاصل ہے۔ اسی لئے اس کی بنیادوں کو کمزور یا کھوکھلا کرنے کو بدترین فعل قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں گھرانے کا مفہوم یعنی ایک چھت کمرے نیچے دو انسانوں کی سکونت، دو مختلف مزاجوں کا بہترین اور تصوراتی روحانی ماحول میں ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا، دو انسانوں کے انس و الفت کی قرار گاہ اور ایک انسان کے ذریعے دوسرے انسان کے کمال اور معنوی ترقی کا مرکز، یعنی وہ جگہ کہ جہاں انسان پاکیزگی حاصل کرے اور اسے روحانی سکون نصیب ہو۔ یہ ہے اسلام کی نگاہ میں خوشحال گھرانہ اور اسی لیے اسلام اس مرکز ”گھرانے“ کو اس قدر اہمیت دیتا ہے۔

قرآن کے بیان کے مطابق اسلام نے مرد و عورت کی تخلیق، ان کے ایک ساتھ زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کا شریک حیات بننے کو میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کے آرام و سکون کا باعث قرار دیا ہے۔

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ ”وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا“^(۱)

جہاں تک مجھے یاد ہے قرآن میں دو مرتبہ ”سکون“ کی تعبیر آئی ہے (۱)

خداوند عالم نے انسانی جوڑے کو اس کی جنس (انسانیت) سے ہی قرار دیا ہے یعنی عورت کا جوڑا مرد اور مرد کا جوڑا عورت کو قرار دیا ہے تاکہ ”لِیَسْكُنَ الْاَيُّهَا“ یعنی یہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت، اپنے میاں یا بیوی سے آرام و سکون حاصل کرے۔ یہ آرام و سکون دراصل باطنی اضطراب کی زندگی کے پرتلاطم دریا سے نجات و سکون پانے سے عبارت ہے۔ زندگی ایک قسم کا میدان جنگ ہے اور انسان اس میں ہمیشہ ایک قسم کے اضطراب و پریشانی میں مبتلا رہتا ہے لہذا یہ سکون بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ آرام و سکون انسان کو صحیح طور پر حاصل ہو تو اس کی زندگی سعادت و خوش بختی کو پالے گی، میاں بیوی دونوں خوش بخت ہو جائیں گے، اور اس گھر میں پیدا ہونے والے بچے بھی بغیر کسی نفسیاتی دباؤ اور الجھن کے پرورش پائیں گے اور خوش بختی ان کے قدم چومے گی۔ صرف میاں بیوی کے باہمی تعاون، اچھے اخلاق و کردار اور پرسکون ماحول سے اس گھرانے کے ہر فرد کے لئے سعادت و خوش بختی کی زمین ہموار ہو جائے گی۔

زندگی کی کڑی دھوپ میں ایک ٹھنڈی چھاؤں

جب میاں بیوی دن کے اختتام پر یا درمیان میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے سے یہی امید رکھتے ہیں کہ انہوں نے گھر کے ماحول کو خوش رکھنے، اسے زندہ بنانے اور تھکاوٹ اور ذہنی الجھنوں کو دور کر کے اسے زندگی گزارنے کے قابل بنانے میں اپنا اپنا کردار موثر طریقے سے ادا کیا ہوگا۔ ان کی ایک دوسرے سے توقع بالکل بجا ہے۔ اگر آپ بھی یہ کام کر سکیں تو حتماً انجام دیں کیونکہ اس سے زندگی شیریں اور میٹھی ہوتی ہے۔

انسان کی زندگی میں مختلف ناگزیر حالات و واقعات کی وجہ سے طوفان اٹھتے ہیں جس میں وہ ایک مضبوط پناہ گاہ کا متلاشی ہوتا ہے۔ میاں بیوی کا جوڑا اس طوفان میں ایک دوسرے کی پناہ لیتا ہے۔ عورت اپنے شوہر کے مضبوط بازوؤں کا سہارا لے کر اپنے محفوظ ہونے کا احساس کرتی ہے اور مرد اپنی بیوی کی چاہت و فداکاری کی ٹھنڈی چھاؤں میں سکھ کا سانس لیتا ہے۔ مرد اپنی مردانہ کشمکش و المی زندگی میں ایک ٹھنڈی چھاؤں کا ضرورت مند ہے تاکہ وہاں کی گھنی چھاؤں میں تازہ دم ہو کر دوبارہ اپنا سفر شروع کرے۔ یہ ٹھنڈی چھاؤں اسے کب اور کہاں نصیب ہوگی؟ اس وقت کہ جب وہ اپنے گھر کی عشق و الفت، مہربانی اور محبت سے سرشار فضا میں قدم رکھے گا، جب وہ اپنی شریک حیات کے تبسم کو دیکھے گا کہ جو ہمیشہ اس سے عشق و محبت کرتی ہے، زندگی کے ہر اچھے و بُرے وقت میں اس کے ساتھ ساتھ ہے، زندگی کے ہر مشکل لمحے میں اس کے حوصلوں میں پختگی عطا کرتی ہے اور اسے ایک جان دو قالب ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ یہ ہے زندگی کی ٹھنڈی چھاؤں۔

۱ ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجاً لتسكنوا إليها (سوره روم ۲۱)

بیوی بھی اپنی روزمرہ کی ہزاروں جھمیلوں والی زنانہ زندگی میں (صبح ناشتے کی تیاری، بچوں کو اسکول کے لئے تیار کرنا، گھر کو سمیٹنا اور صفائی، دوپہر کے کھانے کی تیاری، بچوں کی اسکول سے آمد اور دوپہر کا کھانا کھلانا، سلانا، نماز، شام کی چائے، شوہر کی آمد اور رات کے کھانے کی فکر جیسی دیگر) دسیوں مشکلات اور مسائل کا سامنا کرتی ہے، خواہ وہ گھر سے باہر کام میں مصروف ہو اور مختلف قسم کی اجتماعی اور سیاسی فعالیت کو انجام دے رہی ہو یا گھر کی چار دیواری میں گھریلو کام کاج میں عرق جبین بہا رہی ہو کہ اس کے اندرون خانہ کام کی زحمت و سختی اور اہمیت گھر سے باہر اُس کی فعالیت سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ ایک صنفِ نسواں اپنی لطیف و ظریف روح کے ساتھ جب ان مشکلات کا سامنا کرتی ہے تو اسے پہلے سے زیادہ آرام و سکون اور ایک مطمئن شخص پر اعتماد اور تکیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا شخص کون ہے؟ وہ اس کے وفادار شوہر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟!

انسان مشین تو نہیں ہے!

انسان کوئی گاڑی یا مشین تو نہیں ہے، انسان روح (اور جسم) سے مرکب ہے، وہ معنویت کا طالب ہے، وہ ہمدردی و مہربانی اور ایثار و فداکاری کے جذبات و احساسات کا نام ہے اور وہ زندگی کی کڑی دھوپ میں آرام و سکون کا متلاشی ہے اور آرام و سکون صرف گھر کی فضا میں ہی اسے میسر آسکتا ہے۔

گھر کے ماحول کو آرام دہ ماحول ہونا چاہیے۔ میاں بیوی میں ایک دوسرے کے لئے موجود ہمدردی اور ایثار و محبت کے یہ احساسات ان کے اندرونی سکون میں اُن کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس آرام و سکون کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے کام کاج کو متوقف اور فعالیت کو ترک کر دے، کام کاج اور فعالیت بہت اچھی اور ضروری ہے۔ اس آرام و سکون کا تعلق دراصل زندگی کی مشکلات و مسائل سے ہے۔ انسان کبھی کبھی اپنی زندگی میں پریشان ہو جاتا ہے تو اس کی بیوی اسے سکون دیتی ہے اور مرد اپنے مضبوط بازوؤں سے بیوی کے وجود کو سنبھالتا اور اسے سہارا دیتا ہے تاکہ اسے آرام مل جائے۔ یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب گھر کی فضا اور ماحول آپس کی چپقلش، لڑائی جھگڑوں، باہمی نا اتفاقی اور مشکلات کا شکار نہ ہو۔

اچھے گھر کا پر سکون ماحول

ہر انسان کو خواہ مرد ہو یا عورت، اپنی پوری زندگی میں شب و روز مختلف پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا رہتا ہے اور غیر متوقع حالات و واقعات سے اس کی زندگی اضطراب کا شکار رہتی ہے۔ یہ حادثات و واقعات انسان کو اعصابی طور پر کمزور، خستہ تن اور اس کی روح کو بوجھل اور طبیعت و مزاج کو چڑچڑا بنا دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب انسان ایک گھر کی خوشگوار فضا میں قدم رکھتا

ہے تو اس کا روح افزا ماحول اور سکون عطا کرنے والی نسیم اسے توانائی بخشتی ہے اور اسے ایک نئے دن و رات اور خدمت و فعالیت انجام دینے کے لئے آمادہ و تیار کرتی ہے۔ اسی لئے خاندانی نظام زندگی یا گھرانہ، انسانی حیات کی تنظیم میں بہت کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ گھر کو صحیح روش اور اچھے طریقے سے چلانا چاہیے۔

ایک پُر سکون گھرانے سے میاں بیوی کو حاصل ہونے والے فائدے، گھر کی چار دیواری سے باہر ان کے دیگر فوائد کے اعداد و شمار کو زیادہ کرتے اور انہیں قدر و قیمت اور کیفیت عطا کرتے ہیں۔ رشتہ ازدواج کے بندھن میں ایک دوسرے کا جیون ساتھی بننا اور گھر بسانا میاں بیوی کے لئے زندگی کا بہترین ہدیہ ہے۔ یہ روحانی آرام و سکون، زندگی کی مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک دوسرے کو دلگرمی دینے، اپنے لئے نزدیک ترین غمخوار ڈھونڈنے اور ایک دوسرے کی ڈھارس باندھنے کا ایک وسیلہ ہے کہ جو انسان کی پوری زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔

گھریلو فضا میں خود کو تازہ دم کرنے کی فرصت

ایک گھر میں رہنے والے میاں بیوی جو ایک دوسرے کی زندگی میں شریک اور معاون ہیں، گھر کے پُر فضا ماحول میں ایک دوسرے کی خستگی، تھکاوٹ اور اکتانے والی یکسانیت کو دور کر کے کھوئی ہوئی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو بحال اور اپنی ہمت کو تازہ دم کر کے خود کو زندگی کی بقیہ راہ کو طے کرنے کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ زندگی ایک میدان جنگ ہے، پوری زندگی عبارت ہے ایک بڑی مدت والی جنگ سے، فطری و طبیعی عوامل سے جنگ، اجتماعی موانع سے جنگ اور انسان کی اپنی اندرونی دنیا سے جنگ کہ جسے جہاد نفس کہا گیا ہے لہذا انسان ہر وقت حالت جنگ میں ہے۔ انسان کا بدن بھی ہر وقت جنگ میں ہے اور وہ ہمیشہ مضر عوامل سے لڑائی میں مصروف عمل ہے اور جب تک بدن میں اس لڑائی کی قدرت اور قوت مدافعت موجود ہے آپ کا جسم صحیح و سالم ہے۔ ضروری بات یہ ہے کہ انسان میں یہ مبارزہ اور جنگ درست سمت میں اپنی صحیح، منطقی اور اچھی روش و طریقے اور صحیح عوامل کے ساتھ انجام پانی چاہیے۔

زندگی کی اس جنگ میں کبھی استراحت و آرام لازمی ہوتا ہے۔ زندگی ایک سفر اور مسلسل حرکت کا نام ہے اور اس طولانی سفر میں انسان کی استراحت گاہ اس کا گھر ہے۔

مشترکہ زندگی کی قرارداد کا احترام کرنا

گھر بسانا اور گھر آباد کرنا ایک قرارداد اور معاہدہ ہے۔ یہ کوئی ایسا معمولی کام نہیں ہے کہ دو چیزوں کو آپس میں ملا دیں اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، نہیں! یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو سب کے لئے مورد اطمینان ہے اور تمام افراد کے لئے قابل اعتماد عہد و

پیمان ہے۔ اس کی بقا اسی صورت میں ممکن ہے کہ معاہدے پر دستخط کرنے والے دونوں افراد، ان کا معاشرہ اور قانون اس کا احترام کرے لیکن اگر اس سے بے اعتنائی برتی جائے تو یہ معاہدہ باقی نہیں رہے گا۔

خاندانی نظام زندگی میں جنسی خواہش کی اہمیت

اسلام نے انسان کی جنسی خواہش کو گھرانے کی تشکیل کی بنیاد قرار دیا ہے یعنی اسے ایک اچھے گھرانے کے استحکام کا وسیلہ بنایا ہے۔ اسی بات کو اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ جب میاں بیوی دونوں پاکدامن، عقیف، دیندار، خدا سے ڈرنے والے اور اسلام کے دستور کے مطابق اپنی شہوت و جنسی خواہشات میں گناہوں سے دوری اختیار کرنے والے ہوں تو اس وقت میاں بیوی کی ایک دوسرے کے لیے ضرورت زیادہ بڑھ جائے گی اور جب وہ ایک دوسرے کی زیادہ ضرورت محسوس کریں گے تو اس خاندان کی بنیادیں کہ جو میاں بیوی ہیں، پہلے سے اور زیادہ مستحکم ہو جائیں گی۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ خاندان کی اس بنیاد و اساس کو ختم نہ ہونے دے۔ اسلام کی خواہش ہے کہ انسان اپنے گھرانے سے باہر کہیں اور اپنی جنسی خواہش کی سیرابی کا انتظام نہ کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے گھر والوں کی نسبت بے اعتنا، لا ابالی اور بے بند و بار ہو جائیں۔ اسی لئے اسلام ان انحرافات کا راستہ روکتا ہے۔

دینداری، خاندان کی حقیقی صورت

اپنے گھر کو آباد کرنے اور اس کی حفاظت کے لئے اسلامی احکام کا خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ گھر ہمیشہ آباد اور خوشحال رہے۔ لہذا آپ، دیندار گھرانوں میں کہ جہاں میاں بیوی اسلامی احکامات کا خیال رکھتے ہیں، دیکھیں گے کہ وہ سا لہا سال مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں اور میاں بیوی کی محبت ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ باقی رہتی ہے، ہر گزرنے والاد ان کی چاہت میں اضافہ کرتا ہے، ایک دوسرے سے جدائی اور فراق کا تصور بھی دونوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں۔ یہ ہے وہ محبت و چاہت جو کسی خاندان کو دوام بخشتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان تمام چیزوں کو اہمیت دی ہے۔

اگر اسلام کے بتائے ہوئے طریقے اور روش پر عمل کیا جائے تو ہمارا خاندانی نظام پہلے سے زیادہ مستحکم ہو جائے گا جس طرح گذشتہ زمانے میں -- طاغوتی دور حکومت میں -- جب لوگوں کا ایمان سالم اور محفوظ تھا اور ہمارے گھرانے اور خاندانی نظام مستحکم و مضبوط تھے، اس ماحول میں میاں بیوی ایک دوسرے سے پیار کرنے والے تھے اور پر سکون ماحول میں اپنی اولاد کی تربیت

کرتے تھے اور آج بھی یہی صورت حال ہے۔ وہ گھرانے اور خاندان جو اسلامی احکامات اور آداب کا خیال رکھتے ہیں وہ غالباً دوسروں کی بہ نسبت مضبوط و مستحکم اور بہتر گھرانے ہوتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو پرسکون ماحول فراہم کرتے ہیں۔

گھر کی حفاظت میں میاں بیوی کا کردار

زندگی کے اس نئے سفر کا آغاز کرنے والے لڑکے اور لڑکی کو چاہیے کہ اپنے اس عہد و پیمان کی حفاظت کریں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی کوئی بھی کام انجام دے تو دوسرا اسے برداشت کرے، نہیں۔ بلکہ دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ وہ کام انجام پائے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس مشترکہ زندگی میں شوہر کی زیادہ ذمہ داری ہے یا بیوی کے حصے کا کام زیادہ ہے، نہیں! بلکہ اس گھر کی بنیاد اور دو انسانوں کے اس اجتماع کی کہ جس کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوگا، حفاظت کرنا دونوں کی ذمہ داری ہے۔

آپ کو چاہیے کہ گھر کے ماحول کو افسردہ، خراب، حد سے زیادہ جذباتی اور اس کی بنیادوں کو متزلزل کرنے والی تمام چیزوں سے اجتناب کریں۔ میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں کی بنیاد مشترکہ جدوجہد، تعاون اور ایک دوسرے کا ساتھ دینا قرار دیں۔ ایک اچھے گھرانے کی تمام خیر و برکت میاں بیوی کے کردار و عمل سے وابستہ ہوتی ہے جو آخر کار انہی کے بچوں کو نصیب ہوگی۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں کسی ایک کا عمل کافی سمجھا جائے (اور دوسرا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے یا خاموش رہے)۔ خدا نخواستہ اگر گھر کا ماحول ایک دوسرے کی نسبت عدم محبت و عدم اطمینان اور خلوص و فداکاری کے فقدان سے خراب ہو جائے تو گلستانِ حیات میں لگنے والی آگ کا دھواں میاں بیوی دونوں کی آنکھوں میں جائے گا۔

اپنے گھر کی بنیادوں کی حفاظت کی سب سے بڑی ذمہ داری خود میاں بیوی پر عائد ہوتی ہے۔ درگشت، عفو، باہمی مدد و تعاون، مہربانی اور اپنے اخلاق و محبت سے کہ ان میں سب سے زیادہ موثر محبت کا عنصر ہے، دونوں اس عمارت کو ہمیشہ کے لئے قائم اور شاد و آباد رکھ سکتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں اچھے خاندان کی صفات

اسلامی معاشرے میں میاں بیوی زندگی کے سفر میں ایک ساتھ، ایک دوسرے سے متعلق، ایک دوسرے کی نسبت ذمہ دار، اپنی اولاد کی تربیت اور اپنے گھرانے کی حفاظت کے لئے مسؤل اور جوابدہ تصور کئے جاتے ہیں۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ اسلام میں گھرانے اور خاندان کی اہمیت کتنی زیادہ ہے!

اسلامی ماحول میں خاندان کی بنیادیں اتنی مضبوط و مستحکم ہیں کہ کبھی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی گھر میں دو نسلیں زندگی گزار دیتی ہیں اور دادا، باپ اور بیٹا (پوتا) باہم مل کر ایک جگہ زندگی گزارتے ہیں۔ یہ کتنی قیمتی بات ہے۔ نہ ان کے دل ایک دوسرے سے بھرتے ہیں اور نہ یہ ایک دوسرے کی نسبت بدگمان و بدبین ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں یعنی دیندار اور مذہبی فضا میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ دو آدمی ایک طویل عرصے تک باہم زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل نہیں اکتاتے بلکہ ایک دوسرے کے لیے ان کی محبت و خلوص زیادہ ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کے لئے ان کی الفت، انس اور چاہت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ سب آثار، دینداری، مذہبی ہونے اور خداوند عالم کے بتائے ہوئے احکام و آدابِ اسلامی کی رعایت کرنے کا ہی نتیجہ ہیں۔

اسلام اور اسلامی ثقافت و تمدن میں خاندان کو دوام حاصل ہے۔ گھر میں دادا، دادی اور ماں باپ سبھی تو موجود ہیں جو اپنے پوتے پوتیوں کو اپنے ہاتھوں پر جو ان کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ جو آداب و رسوم کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرتے ہیں اور پچھلی نسل اپنی تاریخی اور ثقافتی ورثے آنے والی نسل کے ہاتھوں میں بحفاظت تھماتی ہے۔ ایسے ماحول میں ایک دوسرے سے کٹ کر رہنے، تنہائی اور عزت نشینی اختیار کرنے اور مہربانی و محبت سے عاری سلوک روارکھنے کے تمام دروازے اس گھر کے تمام افراد کے لئے بند ہیں۔

تیسری بات

مغرب میں عشق کا غروب اور ہمدردی و مہربانی کا فقدان

درپچہ

اپنے پاس موجود چیزوں کی قدر شناسی اور سپاس گزاری کی حس کی تقویت کے لئے ایک درمیانی راستہ بھی موجود ہے اور وہ ان لوگوں کو بغور دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ہے۔

جو ان چیزوں سے یکسر محروم ہیں یا کم بہرہ مند ہیں۔

اپنے پاس موجود اس نعمتِ عظمیٰ کے شکرانے کے لئے کتنا ہی بہتر ہو کہ ہم ان معاشروں پر نگاہ ڈالیں کہ جنہوں نے خداوند عالم کی اس بڑی اور عظیم نعمت کو ہر ایرے غیرے کی باتیں سننے اور دل کے فریب کھانے سے گنوا دیا اور آج اس گناہ کبیرہ کے

عذاب کا تازیانہ

ان کے مایوس اور افسردہ چہروں پر مارا جا رہا ہے۔

جی ہاں ہم ”مغرب“ کی ہی بات کر رہے ہیں!

یعنی وہ تاریک سرزمین کہ جس کے باسیوں کے آسمانِ زندگی سے خورشیدِ عشق کب کا رختِ سفر باندھ چکا ہے اور ان کی ترستی ہوئی آنکھوں میں ”مہربانی و محبت کے“ ایک ایک قطرے کی تمنا کو بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

خاندانی نظام کے شیرازے کا بکھرنا دراصل غضبِ الہی کا وہ طوفان ہے کہ جس نے اس غربت کدے کے باشندوں سے خوش بختی کو چھین لیا ہے۔

ہم ان کے لئے ہمدردی اور انسان دوستی کے جذبات رکھتے ہیں، کاش ان کے لئے کوئی کام کیا جا سکتا!

لیکن بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی فکر کریں اور ”خاندانی حرمت“ کا پاس نہ رکھنے والوں اور اپنی بے لگام شیطانی شہوت کے نیزوں سے اپنی سعادت و خوش بختی کو زخمی اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کے حالات سے عبرت لیں۔

وہ ہم سے حسد کرتے ہیں اور حاسد کے حسد سے ڈرنا اور خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“^(۱)

اور میں حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ کا طالب ہوں کہ جب وہ حسد کرے۔

مغرب کے ظاہر پر پڑے ہوئے خوبصورت دبیز پردوں کو ہٹا کر اس ”حادثے“ کی حقیقت تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔

اہلِ مغرب کا کسی بھی واقعے و حقیقت کو چھپا کر اُسے مصنوعی زینت و آرائش دینے، خبروں کو سنسر کرنے اور اپنی تباہ شدہ زندگی کے عوامل و اسباب کو چھپانے کا اُن کا ”ہنر“ زبان زد خاص و عام ہے۔
اس کے لئے نگاہ عمیق اور دید روشن کی ضرورت ہے تاکہ اِس ”حادثے“ کی حقیقت سے پردہ اٹھائے! اور اس کام کے لیے ہمارے ہر دل عزیز رہبر سے زیادہ موزوں اور کون ہے؟!

اپنے شخص سے بے خبر نسل

آج کل مغربی ممالک میں جس چیز کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے وہ اپنے شخص سے بے خبر نسل کی حیرانی و سرگردانی سے عبارت ہے کہ جہاں ایک ہی شہر میں رہنے والے ماں باپ ساہا سال اپنی اولاد سے بے خبر ہیں تو دوسرے شہروں کی بات چھوڑ دیجئے! ایسا ماحول کہ جہاں خاندانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے اور لوگ تنہا ہیں (یہ ہیں اس معاشرے کی خصوصیات)۔

یورپی اور امریکی ممالک میں بے شوہر عورتوں اور بغیر بیوی والے مرد حضرات کے اعداد و شمار بہت زیادہ ہیں کہ جس کا نتیجہ والدین کی شفقت سے محروم، آوارہ اور جرائم کا پیش خیمہ بننے والے بچوں کی صورت میں نکلتا ہے اور وہاں جرم و گناہ کی فضا حاکم ہے۔ یہ خبریں جو آپ سنتے ہیں کہ کسی اسکول، روڈ یا ریل گاڑی میں ایک لڑکا سامنے آکر اچانک لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیتا ہے اور کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، ایسے ایک یا دو واقعات نہیں ہیں۔ دوسری جانب جرائم انجام دینے والے افراد کے سن و سال کا گراف بھی نیچے آ رہا ہے۔ پہلے بیس سالہ نوجوان جرائم میں ملوث تھے لیکن اب سولہ سترہ سال کے لڑکے انہی جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ بلکہ اب تو امریکہ میں تیرہ چودہ سالہ بچے بھی یہ کام انجام دے رہے ہیں اور بہت آسانی سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ ایک معاشرہ جب اس منزل پر پہنچ جائے تو گویا اس معاشرے کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہے اور اس بکھرے ہوئے معاشرے کو دوبارہ جمع کرنا تقریباً غیر ممکن ہے۔

مغرب کا گناہ کبیرہ

دنیا نے مغرب کی سب سے بڑی مشکل خاندانی مسائل اور گھریلو نظام زندگی سے بے توجہی برتنا ہے۔ اہل مغرب اپنے خاندانی نظام زندگی کی حفاظت میں ناکام ہو گئے ہیں۔ مغرب میں خاندان یا گھریلو نظام زندگی، اجنبیت، بے اعتنائی اور تحقیر و اہانت کا شکار ہے۔ اہل مغرب کی یہی مشکل ان کی تہذیب و تمدن کو دیمک کی مانند آہستہ آہستہ چاٹ کر کھوکھلا کر رہی ہے اور صنعتی اور علمی پیش رفت کے باوجود مغرب ہلاکت و نابودی کی طرف گامزن ہے۔

عالم بشریت کے لئے مغربی تمدن کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اس نے شادی اور خاندان کی تشکیل کو لوگوں کی نگاہوں میں سبک اور ہلکا اور ایک لباس بدلنے کی مانند کر دیا ہے۔ یہ ہے ان کے یہاں میاں بیوی کی زندگی کا تصور۔ وہ ممالک کہ جن میں خاندانی نظام زندگی ضائع اور برباد ہو رہا ہے حقیقت میں ان کی تہذیب و ثقافت کی بنیادیں لرز رہی ہیں اور آخر کار یہ تباہ و برباد ہو جائیں گی۔

نہ انس و محبت، نہ شوہر اور نہ

دنیا نے مغرب میں باوجودیکہ بہت سی حکومتیں علم و ثروت اور مضبوط سیاست کے لحاظ سے غنی ہیں لیکن خاندانی نظام زندگی میں وہاں کے باشندوں کی زندگی بہت افسوسناک ہے۔ ہمارے یہ خاندانی اجتماعات اور تقریبات کہ جہاں خاندان کے بڑے چھوٹے سب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، مہربانی، ہمدردی اور محبت نے انہیں تسبیح کے دانوں کی مانند ایک جگہ جمع کیا ہوا ہے، یہ ایک دوسرے سے مکمل تعاون کرتے ہیں، ایک دوسرے کی احوال پر سی کرتے اور دوسروں کو اپنی ذات کا حصہ سمجھتے ہیں، اخوت و بھائی چارگی کے ساتھ رہتے ہیں اور باہم شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔ یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں بہت عام نوعیت کی ہیں اور رائج ہیں۔ لیکن مغرب میں ان چیزوں کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ کتنی ہی خواتین تنہا زندگی بسر کرتی ہیں۔ اکیلی رہنے والی عورت اپنے خاندان سے دور ایک اپارٹمنٹ میں زندگی بسر کرتی ہے، صبح کام کے لئے نکلتی ہے تو جب بھی تنہا ہوتی ہے اور جب رات کو تھکی ہاری گھر لوٹتی ہے تو کوئی نہیں ہوتا کہ جو دن بھر کے اس کے خستہ بدن کی تھکاوٹ اور روح کے بوجھل پن کو دور کرنے کے لئے اس کا استقبال کرے صرف گھر کی تنہائی ہی اس کا استقبال کرتی ہے۔ نہ انس و محبت، نہ کوئی شوہر، نہ کوئی بچہ، نہ کوئی پوتایا نواسا اور نہ کوئی اور جو گرم جوشی سے اسے گھر میں خوش آمدید کہے۔ اس معاشرے میں لوگ اجتماع میں بھی رہتے ہوئے تنہا ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہاں کے معاشرے میں خاندانی نظام زندگی فراموش کر دیا گیا ہے۔

بہت افسوسناک بات ہے کہ آج مغرب میں خاندانی نظام زندگی آہستہ آہستہ رُو بہ زوال ہے اور اس کے آثار میں اپنی ثقافت اور تہذیب و تمدن سے لاعلمی، اپنے تمدنی تشخص سے بے خبری اور گناہ و جرائم قابل ذکر ہیں کہ جن میں وہاں کے عوام گرفتار ہیں۔ روز بروز ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ان کی بچی ہوئی جمع پونجی بتدریج ختم ہو رہی ہے۔

جنسی آزادی اور خاندانی نظام کی تباہی

مغرب میں خصوصاً امریکہ اور شمالی یورپ کے بعض ممالک میں یہ بات مشہور ہے کہ خاندانی نظام کی بنیادیں بہت کمزور ہیں، کیوں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں جنسی آزادی اور جنسی بے راہ روی بہت زیادہ ہے۔ جب کسی معاشرے پر بے غیرتی اور بے عفتی اپنے سیاہ پروں کو پھیلا دے تو اس کا مطلب ہے کہ میاں بیوی (مرد و عورت) اپنی اس جنسی ضرورت و خواہش کو گھر کے علاوہ کہیں اور سے پورا کریں گے۔ ایسے ماحول میں ”خاندان“ ایک بے معنی لفظ، معاشرے پر ٹھونسے ہوئی چیز اور ایک ڈیکوریشن پیس (نماشئی چیز) ہے لہذا ایسے ماحول میں وہ لوگ مہربانی، ہمدردی اور ایک دوسرے کے لئے غمخواری کے جذبات کے لحاظ سے

ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ کہ ظاہری طور پر ان میں کسی قسم کی جدائی نہیں ہوتی لیکن حقیقتاً ان میں پیار و محبت کے تمام رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔

اگر انسان آزاد ہوتے کہ جس طرح چاہیں اپنی جنسی خواہش کو پورا کریں تو گویا گھرانہ ہی تشکیل نہیں پاتا یا وہ کوئی ایک بیکار، پوچ وٹھی، حملوں کی آماجگاہ اور جلد ویران ہونے والی کوئی چیز ہوتی کہ جسے ہر ہوا کا جھونکا لمرزا دیتا۔ لہذا آپ دنیا میں جہاں بھی جنسی آزادی کے نمونے دیکھیں گے تو وہاں کے خاندانی نظام اور گھرانوں کو اسی نسبت سے ضعیف و کمزور پائیں گے۔ کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ماحول میں مرد و عورت کو اپنی جنسی خواہش کی سیرابی کے لئے کسی ایسے ”مرکز“ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں دینی حکومت ہے اور جنسی آزادی اور بے راہ روی نہیں ہے وہاں تمام چیزیں مرد و عورت کے لئے ہیں اور اس دینی ماحول میں خاندانی نظام زندگی کی حفاظت کی جاتی ہے۔

مصنوعی عشق

علم و تمدن کے لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ بعض ممالک میں رہنے والے لوگوں پر زندگی اس طرح مسلط ہے کہ ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد آپس میں بہت کم میل ملاپ رکھتے ہیں۔ باپ ایک جگہ ملازم، ماں دوسری جگہ کام میں مشغول، نہ ایک دوسرے سے ملاقات کر پاتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کے لئے غذا تیار کرتے ہیں۔ ایک چھت کے نیچے رہنے والے میاں بیوی نہ آپس میں محبت و چاہت سے پیش آتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کی غمخواری کرتے ہیں، نہ ایک دوسرے کی دل جوئی کرتے اور ڈھارس باندھتے ہیں اور نہ ہی آپس میں ان کو واقعی کوئی کام ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں یہ اپنے بچوں کے ماہرین نفسیات کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے آپس میں طے کرتے ہیں کہ فلاں معین وقت پر گھر آئیں اور آپس میں مل بیٹھیں۔ صرف اور صرف اس لئے کہ ایک چھوٹی سی محفل سبائیں کہ جو صحیح و سالم گھرانوں میں خود بخود اپنے وجود سے زندگی کو شیریں بناتی ہے۔ لیکن یہ لوگ بناوٹی اور مصنوعی طور پر ایسی محفل سجاتے ہیں۔ اس وقت مرد یا عورت مسلسل اپنی گھڑی کی طرف دیکھتی رہتی ہے کہ یہ گھنٹہ کب ختم ہو گا؟ کیونکہ مثلاً اسے دو بچے کہیں اور پہنچنا ہے۔ نہ اس طرح کوئی گھریلو محفل سبائی جا سکتی ہے اور نہ ہی ایسی محفل و گھر میں بچے انس و محبت کا احساس کر پاتے ہیں۔

ایسے خاندان، پیار و محبت کی گرمی سے محروم ہیں یا یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا کہ (وہ مادی آسائش کے لحاظ سے تو ایک بہترین گھر ہے لیکن اس گھر میں) خاندانی نظام یا گھرانہ وہاں موجود ہی نہیں ہے۔ صحیح ہے کہ یہ میاں بیوی ایک ہی چھت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے دل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ نہ گھر کے افراد کا ساتھ اٹھنا بیٹھنا، نہ گھر کی فضا میں وہ محبت کی ٹھنڈک اور نہ ایک دوسرے کی نسبت انس و الفت، کچھ بھی تو نہیں ہے اور جہاں میاں خود کو بیوی کی ضرورتوں کو پورا

کرنے والا اور بیوی خود کو شوہر کی شریک حیات اور ہمدرد و مونس سمجھے، ان چیزوں کا تو سرے سے ہی وجود نہیں ہے۔ ان کی زندگی گویا ایسی ہے کہ جیسے دو اجنبی شخص ایک قرارداد کے مطابق صرف ایک چھت کے نیچے زندگی گزارتے ہوں اور تو اور اس کا نام بھی عشق رکھ دیا جاتا ہے!

مغربی تمدن کے مطابق شادی کے برے نتائج

مغربی معاشروں میں نوجوان اپنی نوجوانی کے پر نشاط زمانے کو بغیر کسی قید و شرط کے گزارتے ہیں، اپنے جلد بھر کئے والے احساسات کے پیچھے دوڑتے اور اپنی فطری و جبلی خواہشات کو آزادانہ طور پر پورا کرتے ہیں لیکن جب وہ گھر تشکیل دینے اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے سن و سال کو پہنچتے ہیں تو ان کی ان فطری و جبلی خواہشات اور طبعی میل کا بہت زیادہ حصہ (جو جوانی کی آزاد فضا میں خواہشات کی تکمیل کے ذریعے اپنے حصے کا کام کر کے) ٹھنڈا ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ شوق، محبت اور عشق و الفت جو میاں بیوی کی روح میں ایک دوسرے کے لئے موجود ہونا چاہیے، ان میں نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے۔

بہت سے افراد اپنی شادی کے زمانے کو اپنی درمیانی عمر میں گزارتے ہیں کہ جو مغرب اور ان کی تہذیب و تمدن میں ایک معمول ہے۔ ان کا یہ اقدام بھی ان کے اکثر فریضوں اور فیصلوں کی مانند غلط، انسانی مصلحت و فطرت کے خلاف ہے اور اس چیز سے جنم لیتا ہے کہ یہ لوگ شہوت پرستی، خواہشات نفس کی پیروی اور بے بند و باری کی طرف مائل ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی جوانی کو خود ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہنسی خوشی گزاریں، اپنی خواہشات کو جس طرح چاہیں سیراب کریں، خوب رنگ رنگیلیاں اور مزے کریں اور جب ٹھنڈے اور تھک کر چور ہو جائیں اور (خدا کی طرف سے دی گئی) ان کی خواہشات کی (قدرتی) آتش خاموش ہو جائے تو اس وقت گھر بسانے کی فکر کریں۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہ ہے مغرب میں خاندانی نظام زندگی۔ بہت زیادہ طلاقیں، ناکام شادیاں، بے وفاء مرد و عورت، جنسی آزادی کے نتیجے میں ہونے والی بے شمار خامیاں، برے نتائج اور غیرت و مروّت کی کمی یہ سب مظاہر مغربی معاشرے میں زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔

مغرب، سقوط کے دھانے پر!

اگر آپ آج مغرب کے بعض معاشروں پر نگاہ ڈالیں خصوصاً وہ معاشرے جو ٹیکنالوجی میں پیشرفت اور صنعتی ترقی کے پھیلے ہوئے رابطوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں کی آلودگی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بد اخلاقی اور گناہ و جہانم کی آلودگی اگر کسی معاشرے کے صاف آسمان کو مکدر اور دھندلا بنا دے تو وہ ان کی صاف و شفاف فضا کو آلودہ بنا کر تازہ ہوا میں سانس لینے اور صحت مند زندگی گزارنے کا حق ان سے چھین کر اور انہیں ہلاک و نابود کر دے گی۔ یہ بد اخلاقی اور گناہ و

جرائم کی آلودگی زلزلے یا سیلاب کی مانند ایک دم آنے والی بلائیں نہیں ہیں بلکہ یہ تدریجی آفات ہیں اور یہ سب ناقابل علاج ہیں۔ یہ وہ بلائیں ہیں کہ جب کسی معاشرے پر نازل ہوتی ہیں تو لوگ انہیں ایک دم سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، یہ آفات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سمجھ میں آتی ہیں۔ جب بیماری پوری طرح روح کی گہرائیوں میں اپنا وار کمر چکی ہوتی ہے اور اس کا زہر پوری روح کو زہر یلا بنا چکا ہوتا ہے تو یہ اس وقت سمجھ آتی ہے۔ لیکن اس وقت سمجھنے سے کیا فائدہ کہ جب چڑیاں کھیت چگ جائیں۔ ایسے وقت میں نہ کوئی تدبیر کام آتی ہے اور نہ کوئی علاج موثر ہوتا ہے! آج مغربی معاشرے اسی سمت بہت تیزی سے حرکت کر رہے ہیں یعنی وہ سقوط اور نابودی کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ ان سب کی وجہ یہ ہے کہ اس معاشرے کے لڑکے لڑکیاں مناسب سن و سال میں کامیاب اور مستحکم و پائیدار شادیوں کے لئے اقدامات نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ وہاں کے خاندانوں اور گھرانوں کی فضا محبت سے سرشار نہیں ہے۔

آج مغرب میں ”گھرانے“ کی بنیادیں کمزور ہو چکی ہیں، گھروں کو دیر سے بسایا جاتا ہے اور وہ جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ برائیاں، گناہ اور جرائم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اگر یہ آفات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں تو وہ معاشرہ بڑی بڑی بلاؤں کا شکار ہو جائے گا۔ البتہ اس بات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے کہ یہ بیماریاں اور آفتیں ایسی نہیں ہیں کہ پانچ یا دس سال میں ظاہر ہو جائیں لیکن کئی سالوں کے گزرنے کے بعد جب ان کے اثرات ظاہر ہوں گے تو اس معاشرے کو مکمل طور پر ہلاک اور اس کی تمام علمی، فکری اور مادی دولت و ثروت کو نابود کر دیں گے۔ یہ ہے بہت سے مغربی ممالک کا مستقبل!

در بہ در، کوچہ بہ کوچہ، سکون کی تلاش

آج آپ امریکہ اور یورپی دنیا کو دیکھئے کہ یہ لوگ کتنے اضطراب اور پریشانی میں ہیں، کتنی نا آرام زندگی گزار رہے ہیں، سکون و آرام کے لئے کتنے سرگرداں اور حیران ہیں اور ان کے معاشرے میں مصنوعی سکون دینے والی گولیوں اور خواب آور دواؤں کا استعمال کتنا زیادہ ہے! نوجوانوں کو دیکھئے کہ وہ کتنے غیر معقول کام انجام دیتے ہیں، بڑے بڑے بے ترتیب بال، تنگ اور بدن سے چپکے ہوئے لباس، یہ سب اس لئے ہے کہ وہ اپنے معاشرے کی موجودہ حالت سے ناراض ہیں اور اپنے غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ آرام و سکون کو حاصل کریں، لیکن اسی حسرت میں ناکام مر جاتے ہیں^(۱)۔ بوڑھے مرد اور بزرگ خواتین اپنے لئے بنے ہوئے خاص مراکز میں دم توڑ دیتے ہیں، نہ ان کے بچے ان کے پاس ہیں اور نہ ان کی بیویوں کو ان کی کوئی خبر ہوتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے دور ہیں۔

مغرب میں ایسے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے کہ جو یہ نہیں جانتے کہ ان کے والدین کون ہیں؟ وہاں ایسے مرد و خواتین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے کہ جو اسماً اور ظاہراً میاں بیوی تو ہیں لیکن کئی سالوں سے ایک دوسرے سے بے خبر ہیں۔ بہت کم خواتین ملیں

گی جو آسودہ خیال ہوں کہ زندگی کے آخری لمحات یا بڑھاپے تک وہ اپنے شوہر کے ساتھ باہم زندگی گزاریں گی یا ان کے مرد کا سایہ ان کے سروں پر موجود رہے گا۔ اسی طرح ایسے مردوں کی تعداد بھی بہت کم ہے کہ جو آسودہ خاطر ہوں کہ ان کی بیویاں کہ جن سے وہ محبت کرتے ہیں، کل ان کو چھوڑ کر کسی اور کی تلاش میں نہیں جائیں گی!

کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی!

خود امریکہ کے اندر لوگوں حتیٰ بچوں میں بھی مختلف قسم کی اخلاقی اور جنسی برائیوں اور جرائم وغیرہ کے بڑھنے کی شرح بہت زیادہ ہے۔ مغرب کے مطبوعات اور دانشمند حضرات فریاد بلند کر رہے ہیں، مقالے تحریر کر رہے ہیں، گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اور (لوگوں اور حکومت کو) خبردار کیا جا رہا ہے۔ لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، گویا ان تمام مسائل کا کوئی علاج نہیں ہے! جب صورتحال یہ ہو کہ بنیاد ہی خراب کر دی جائے اور اسی حالت میں تیس، چالیس یا پچاس سال گزر جائیں تو لوگوں کو خبردار کرنے، ایسی صورتحال کے خلاف فریاد بلند کرنے اور کسی سیاسی تدبیر سے یہ مشکلات حل نہیں ہوں گی۔

مغربی معاشرے میں خوش بختی رخت سفر باندھ چکی ہے۔ یہ کوئی (بے وزن) بات نہیں ہے کہ جو میں بیان کر رہا ہوں بلکہ یہ وہ حقائق ہیں کہ جو آج خود ان کے مفکرین، دانشمندان، سینے میں دل رکھنے والے، صاحبان فہم و فراست نہ کہ (اقتدار کے طالب) سیاستدان، اور معاشرے کے اندر زندگی بسر کرنے والے (اور ان حقائق کا بغور مشاہدہ کرنے والے) افراد بیان کر رہے ہیں اور آج ان کی فریاد بلند ہو رہی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ اس معاشرے میں سعادت مند زندگی گزارنے کے کوئی وسائل موجود نہیں ہے۔ خوش بختی اور سعادت عبارت ہے آرام و سکون، سعادت اور امن و امان کے احساس سے (جو دور دور تک وہاں نہیں پائی جاتی)۔

۱ ان میں سے اکثر نوجوانوں کو یہ خود نہیں معلوم کہ وہ ایسے بہت سے کام کیوں اور کس لئے انجام دیتے ہیں؟ ان کی زندگی کا مقصد انہیں یہی بتایا جاتا ہے کہ اچھا کھانا، پہننا، سونا اور عیش، سارے ہفتے کام اور ویک اینڈ پر عیاشی اور ذہنی تفریح۔ یہ ہیں ان کے بے مقصد دن اور بے ہدف اور سکون سے خالی راتیں! (مترجم)

جو افراد بھی بین الاقوامی صورتحال اور افکارِ عالم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ تمام ممالک خصوصاً امریکہ سے البتہ یورپی ممالک بھی اس میں شامل ہیں، خیر خواہ مصلح اور فہم و ادراک رکھنے والے افراد کی فریاد بلند ہو گئی ہے کہ آمل کمر کوئی چارہ جوئی کرتے ہیں۔ البتہ اتنی آسانی سے وہ کوئی فکر و تدبیر اور چارہ جوئی نہیں کر سکتے اور اگر فکر کرنے میں انہیں کامیابی حاصل ہو بھی جائے تو بھی وہ اتنی آسانی سے علاج میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

غلط اہداف اور شیطانی راہ

وہ لوگ جو کسی ملک یا معاشرے میں نفوذ کرنا چاہتے ہیں تو وہ افراد اس معاشرے کی ثقافت اور تمدن کو اپنے قبضے میں لے کر اپنی تہذیب و تمدن اور ثقافت کو اس معاشرے پر تھونپ دیتے ہیں۔ ان کے من جملہ کاموں میں سے ایک کام گھرانے کی بنیادوں کو متزلزل کرنا ہے جیسا کہ بہت سے ممالک میں انہوں نے یہ کام انجام دیا ہے۔ انہوں نے معاشرے میں اس طرح نفوذ کیا ہے کہ مرد اپنی ذمہ داریوں کی نسبت غیر ذمہ دار اور خواتین بد اخلاق ہو گئی ہیں۔

کسی بھی معاشرے میں تہذیب و تمدن کی اساس اور بنیادی عناصر کی حفاظت اور آنے والی نسلوں تک ان کی منتقلی بہترین اور اچھے گھرانوں یا خاندانوں کے وجود سے انجام پاتی ہیں۔ اگر ایسے گھریا خاندان کا وجود نہ ہو تو تمام چیزیں تباہ ہو جائیں گی۔ یہ جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اہل مغرب کی پوری کوشش ہے کہ مشرق وسطیٰ اور ایشیائی اسلامی اور دیگر ممالک میں شہوت پرستی اور برائیوں کو رواج دیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ ان کی خواہش ہے کہ اپنے اس کام سے وہاں کے خاندانی نظام زندگی کو تباہ و برباد کر دیں تاکہ ان معاشروں کی تہذیب و تمدن اور کلچر کی بنیادیں کمزور ہو جائیں اور انہیں ان اقوام پر سوار ہونے کا پورا پورا موقع مل جائے۔ کیونکہ جب تک کسی قوم کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کی بنیادیں کمزور نہ ہوں تو کوئی بھی اس پر قبضہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے منہ میں لگام دے کر اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا سکتا ہے۔ وہ چیز جو اقوامِ عالم کو لاحق خطرات کے مقابل میں بے دفاع اور اغیار کے ہاتھوں میں انہیں اسیر بناتی ہے وہ ان کا اپنے قومی تشخص، تاریخی اور ثقافتی ورثے سے بے خبر ہونا ہے۔ اس کام کے ذریعے سے کسی بھی معاشرے میں خاندانی نظام زندگی کی بنیادوں کو با آسانی کمزور بنایا جا سکتا ہے۔ اسلام، خاندان اور ان کی بنیادوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں ان بلند ترین اہداف تک پہنچنے کے لئے اہم ترین کاموں میں سے ایک کام خاندان و گھرانے کی تشکیل اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔

خاندان کے بارے میں صرف ایک جملہ!

میں نے اقوام متحدہ کے (جنرل اسمبلی کے) اجلاس میں تقریباً ایک گھنٹے سے زیادہ گفتگو کی اور ساتھ ہی خاندان اور خاندانی نظام زندگی کے بارے میں بھی روشنی ڈالی۔ بعد میں مجھے اطلاع دی گئی کہ امریکی ٹی وی چینلوں نے ہماری (یعنی مسلمانوں خصوصاً ایرانیوں کی) گفتگو کو سنسرا اور انہیں مسخ کرنے میں اپنی تمام تر سنجیدگی کے باوجود میری گفتگو کو معتبر اور مستند قرار دیتے ہوئے کئی بار اسے نشر کیا اور ساتھ تجزیہ اور تحلیل بھی پیش کیا اور وہ بھی خاندانی نظام زندگی کے بارے میں صرف ایک جملے کی وجہ سے۔ کیونکہ خاندانی مسائل اور گھر و گھرانے سے متعلق گفتگو اہل مغرب کے لئے آج ایک پیغام ہے بالکل ایک ٹھنڈے اور گوارا پانی کی مانند کہ جس کی کمی کا وہ خود بھی احساس کر رہے ہیں۔

مغرب میں کتنی ہی ایسی خواتین ہیں کہ جو آخر عمر تک تنہا زندگی گزارتی ہیں اور کتنے ہی ایسے مرد ہیں کہ جو زندگی کی آخری سانسوں تک گھرانے کی چھاؤں سے محروم رہتے ہیں اور اپنی شریک حیات کے عدم وجود کی تاریکی میں ہی زندگی کو خدا حافظ کہہ دیتے ہیں۔ ان کی زندگی غریب، اجنبی اور انس و الفت کی ٹھنڈی چھاؤں سے محروم ہے۔ کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں کہ جو ”گھرانے“ کی پُر محبت فضا سے محروم ہونے کی وجہ سے آوارہ ہیں یا ان کے معاشرے میں خاندانی نظام زندگی کا کوئی وجود نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

چوتھی بات ایک دوسرے کی نسبت میاں بیوی کے حقوق

درپچہ

نکاح کے بول پڑھنے اور رشتہ ازدواج کے عہد و پیمانہ کو قبول کرنے سے کل کے لڑکے لڑکی آج کے میاں بیوی اور ایک دوسرے کے شریک حیات بن جاتے ہیں۔

یوں گھروں میں ایک گھر اور معاشرے میں ایک نئی ”اکائی“ کا اضافہ ہوتا ہے۔
اگرچہ کہ حکیم و دانا خالق کی نگاہ میں مرد و عورت، دو انسانی گوہر، دو ایک جیسی آسمانی روح اور ایک دوسرے کے مثل و نظیر ہیں۔

جب کہ انسانی حقیقت کے لحاظ سے ایک دوسرے کی نسبت ہر ایک کی ذمہ داری برابر ہے۔
لیکن حکمتِ خدا نے ان آسمانی گوہروں کو ایک دوسرے سے مختلف اور ممتاز پیکروں، البتہ ایک دوسرے کے ضرورت مند ہونے کے احساس کے ساتھ دو زمینی گوہروں میں سمایا ہے۔
یہ ”رشتہ ازدواج“ وہی عظیم قانون، ہر لحاظ سے مکمل اور جامع سنت، بہترین رسم زندگی اور وہ خوبصورتی و زیبائی ہے کہ جو اس جہان پر حاکم ہے۔

اسی طرح ”زوجیت“ کا یہ مقدس رشتہ اس عالم ہستی کے معمار کے جمال کی پُر عظمت نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔
”شادی“ یعنی ”گھرانے یا خاندان“ کی ذمہ داری لینے کے لئے زندگی کے دو ستونوں کا ملاپ اور زندگی کے ترازو کے توازن کے لئے زندگی کے ان دو پلڑوں کی نزدیکی۔

اس نئی اکائی -- گھرانے -- کی تشکیل کے لئے میاں بیوی میں سے ہر ایک کے مکمل کردار کی شناخت میں ان کے جسم و جان اور روح کی صفات و تخلیق، حکمتِ الہی اور اس جہان مادی کے طبعی و فطری فرق بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

سچ سچ بتائیے کہ گھر بسانے میں میاں بیوی کا کیا کردار ہے؟

کس کی ذمہ داری دوسرے سے زیادہ اہم ہے؟ کیا ان دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ کو دوسرے سے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

ایک دوسرے کی نسبت ان کے آپس میں کیا حقوق ہیں؟

زندگی کی نعمتوں اور اس کے مقابل ان کے حقوق میں ہر ایک کا حصہ کس نسبت سے ہے؟ اور بالآخر گھر میں بیوی کی حکومت یا جو رو کے غلام کی فضا بہتر ہے یا گھر پر شوہر کے تسلط و برتری اور نوکر بیوی کا ماحول، یا دونوں میں سے کوئی بھی نہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے ماہرانہ اور استادانہ جواب کے علاوہ کوئی اور چیز نوجوان دو لہا دو لہن کے پریشان ذہنوں کو مطمئن نہیں کر سکتی۔

زندگی کے اس نئے راستے پر قدم رکھنے پر ان دو ہمسفروں کی چشم امید ”استاد“ کے راہ گشا کلمات سے کھلنے والے نئے افق اور دریچوں پر لگی ہوئی ہے کہ جو راستے سے بھی واقف و آگاہ اور محرم دل بھی!

ایک دوسرے کے مددگار اور دوستوں کی مانند

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ کبھی کبھی مرد، بیوی کو دوسرے نمبر کا درجہ دیتا ہے! لیکن درحقیقت دوسرے درجے کے انسان کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے مثل و نظیر اور امور زندگی میں برابر حقوق کے مالک ہیں۔ مگر وہ مقامات کہ جہاں خداوند متعال نے انسانی مصلحت کی بنا پر مرد و عورت میں فرق رکھا ہے اور یہ فرق مرد کا نفع یا عورت کا نقصان نہیں ہے۔ لہذا میاں بیوی کو چاہیے کہ گھر میں دو شریک اور ایک دوسرے کے مددگار اور دوستوں کی مانند زندگی گزاریں۔

مرد گھر کا نگران و کفیل ہے اور عورت پھول

اسلام نے مرد کو ”قوام“^(۱) (گھر کا نگران اور کفیل) اور عورت کو ”ریحان“^(۲) (پھول) قرار دیا ہے۔ نہ یہ مرد کی شان میں گستاخی ہے اور نہ عورت سے بے ادبی، نہ یہ مرد کے حقوق کو کم کرنا ہے اور نہ عورت کے حقوق کی پائمانی ہے بلکہ یہ ان کی فطرت و طبیعت کو صحیح زاویے سے دیکھنا ہے۔ امور زندگی کے ترازو میں یہ دونوں پلڑے برابر ہیں۔ یعنی جب ایک پلڑے میں (عورت کی شکل میں) صنف نازک، لطیف و زیبا احساس اور زندگی کے ماحول میں آرام و سکون اور معنوی زینت و آرائش کے عامل کو رکھتے ہیں اور دوسرے پلڑے میں گھر کے مدیر، محنت و مشقت کرنے والے بازو اور بیوی کی تکیہ گاہ اور قابل اعتماد ہستی کو (شوہر کی شکل میں) رکھتے ہیں تو یہ دونوں پلڑے برابر ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ اُس سے اونچا ہوتا ہے اور نہ وہ اس سے نیچے۔

مشترکہ زندگی میں مرد و عورت کے کردار کی تبدیلی خطرناک ہے!

بہت سے غلط طریقے اور رسوم و آداب کو جو خواتین سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ مرد بھی کبھی کبھی انہی کو اپناتے ہیں، ہم سے یہ کہتے ہیں کہ جناب آئیے اور زندگی کے اس ترازو کی چیزوں (میاں اور بیوی کے کردار) کو ایک دوسرے سے تبدیل کر دیتے

ہیں۔ اگر ہم یہ کام انجام دیں تو کیا ہوگا؟ آپ کا یہ عمل خطائے محض اور گلستان حیات کی زیبائی اور خوبصورتی کو خراب کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوگا۔ آپ، میاں بیوی کے اپنے اپنے مقام پر رہنے سے حاصل ہونے والے فوائد کا راستہ روک کر گھر کے تصوراتی ماحول سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ، میاں بیوی کو ایک دوسرے کی نسبت شک و تردید اور دو دلی میں مبتلا کر رہے ہیں اور یوں آپ اس محبت اور عشق کو جو اس مشترکہ زندگی کا اصل سرمایہ ہے، کھو بیٹھیں گے۔

۱ سورہ نسا آیت ۳۴ - الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ - ”مرد عورتوں کے حاکم و نگران ہیں“ - ترجمہ: علامہ ذیشان حیدر جوادی ۲

۲ امیر المؤمنین کی مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ الْمَرْأَةُ رِجَالَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرٍ مَانَةٌ - ”عورت پھول ہے نہ کہ کوئی پہلوان“ - (بحار الانوار، جلد ۱۰۰، صفحہ ۲۵۳)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد گھر میں عورت کی مانند کام کرتا ہے۔ یہاں عورت حاکم مطلق ہوتی ہے اور مرد کو دستور دیتی ہے کہ فلاں کام انجام دو اور فلاں کام کرو۔ مرد بھی دست بستہ جو رو کا غلام بن جاتا ہے۔ لہذا ایسا مرد ہرگز اپنی بیوی کی تکیہ گاہ نہیں بن سکتا در حالانکہ بیوی ایک مضبوط پناہ گاہ کو پسند کرتی ہے۔

کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مرد کی طرف سے کچھ چیزیں عورت پر زبردستی تھوپنی جاتی ہیں۔ فرض کریں کہ گھر کی تمام خریداری، کام کاج، دیگر تمام مسائل کو نمٹانا اور تمام تقاضے مند افراد کو جواب دینا عورت کی ذمہ داری ہے، آخر کیوں؟ کیونکہ شوہر یہ کہتا ہے کہ میں نوکری کرتا ہوں، تھک جاتا ہوں اور میرے پاس وقت نہیں ہے۔ گویا وہ وقت نہ ہونے کے ڈنڈے سے گھر کو چلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں باہر کام کے لئے جاؤں گا اور گھر کے سارے کام بیوی انجام دے گی۔ یعنی تمام خشک، غیر دلچسپ اور بھاری بھر کم کام عورت کے لئے! البتہ ممکن ہے کہ مرد اس طرح چند روز کے لئے عورت کو سرگرم رکھے لیکن حقیقت میں یہ کام اس کی طبیعت و مزاج سے میل نہیں کھاتے۔

بیوی پھول ہے نہ کہ آپ کی نوکرانی اور ملازمہ

روایت میں آیا ہے کہ ”المرأة ریحانة“ (عورت پھول ہے)۔ اب آپ خود ملاحظہ کیجئے کہ اگر کوئی مرد کسی نرم و نازک پھول سے غیر انسانی سلوک روا رکھے، اس سے بے اعتنائی برتے اور بیوی کے پھول ہونے کی قدر نہ کرے تو یہ مرد کتنا ظالم اور بُرا ہے؟! مردوں کی اپنی بیویوں سے ان کی طاقت و توانائی سے زیادہ بڑھی ہوئی بے جا توقعات، اپنی مرضی اور باتوں کو ان پر ٹھونسنا اور ان پر اپنا تسلط اور برتری جتانا یہ سب کتنا بُرا ہے؟!

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ الْمَرْأَةُ رِيحَانَةٌ وَكَيْسَتْ بِفَهْرٍ مَائِنَةٍ۔ (عورت پھول ہے، پہلوان نہیں ہے)۔ قہرمان یعنی زندگی کے کام کاج کرنے والی لونڈی اور نوکرانی۔ یہ عورت آپ کی ملازمہ نہیں ہے کہ (جسے آپ چند ہزار روپے کے مہر دے کر اپنی ملازمہ بنا لیں! اور) اپنی زندگی کے کام اور ذمہ داریوں کو اس کے نرم و نازک دوش پر رکھ دیں اور بعد میں اس سے باز پرس بھی کریں، نہیں! عورت آپ کے ہاتھ میں ایک پھول ہے حتیٰ اگر یہ کوئی مفکر اور سیاستدان ہی کیوں نہ ہو لیکن خاندانی زندگی میں وہ ایک پھول ہی تصور کی جائے گی۔

مرد کو ملازمت کرنی چاہیے

سورہ نسا کی آیت ۳۴ میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ“ مرد، خواتین کے نگراں اور گھر کے سرپرست ہیں اور تمام خاندانی امور ان کے ہاتھ میں ہیں۔ لہذا مرد کو چاہیے کہ وہ ملازمت کرے اور گھر کی معیشت اسی کے ذمے ہے۔ بیوی کتنی ہی ثروت و دولت کی مالک کیوں نہ ہو لیکن گھر کی کفالت اس کی ذمے داری نہیں ہے۔

نہ مرد کی مطلق العنان حکومت، نہ جو رو کی غلامی

یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ بیوی ہر جگہ شوہر کی تابع ہو اور اس کے فرمان کی تعمیل کرے، ہر گز نہیں! نہ اسلام میں ایسی کوئی چیز ہے اور نہ ہی شریعت نے اسے بیان کیا ہے۔ ”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ“ کا معنی یہ نہیں ہے کہ بیوی تمام امور میں اپنے شوہر کی تابع ہو، نہیں! یا بعض یورپ نہ دیکھنے والے افراد کی مانند کہ جو یورپ کی اندھی تقلید بھی کرتے ہیں اور خود ان سے بدتر بھی ہیں، ہم یہ کہیں کہ عورت کو ہی تمام کاموں کا حاکم اور مسؤل (جوابدہ) ہونا چاہیے اور مرد اس کا تابع اور خدمت گزار ہو، نہیں، یہ روش بھی غلط ہے، نہ مرد کی مطلق العنان حکومت نہ جو رو کی غلامی! آپ دو دوست اور زندگی کے کاموں میں شریک اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت کرنے والے ہیں۔ ایک جگہ مرد اپنی انا کے پہاڑ کو توڑے تو ایک جگہ بیوی ہمہ تن گوش ہو۔ ایک جگہ مرد کی خواہش اور اس کے طریقے کے مطابق کام انجام دیا جائے تو دوسری جانب بیوی کے مشورے سے کسی مشکل کا حل ڈھونڈا جائے تاکہ آپ دونوں مل کر زندگی گزار سکیں۔

مرد و عورت کا فطری تفاوت

خداوند عالم نے عورت کو صنف نازک اور لطیف و ظریف خلق کیا ہے۔ بعض انگلیاں دوسری انگلیوں سے بڑی اور موٹی ہوتی ہیں اور زمین سے ایک پتھر کو نکالنے میں بخوبی ان سے مدد لی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر ان سے ہیرے کے ایک چھوٹے سے ذرے کو اٹھایا جائے تو معلوم نہیں کہ وہ اُسے اٹھائیں گی یا نہیں؟ لیکن بعض انگلیاں نازک اور ظریف ہوتی ہیں وہ نسبتاً بڑے پتھر کو نہیں اٹھا سکتیں لیکن سونے یا جواہرات کے چھوٹے ذروں کو زمین سے اٹھا کر جمع کر سکتی ہیں۔ مرد اور عورت بھی بالکل ایسے ہی ہیں، ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کسی ایک کی ذمہ داری دوسرے سے زیادہ سنگین ہے بلکہ دونوں کی ذمہ داری سنگین، ذی قیمت اور اپنے اپنے مقام پر لازمی ہے۔

عورت کی روح چونکہ لطیف اور نرم و نازک احساسات کی حامل ہے اس لئے اسے زیادہ آرام و سکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ راحت و آسائش اور ایک مطمئن تکیہ گاہ اور مضبوط جائے پناہ کی طالب ہے۔ یہ تکیہ گاہ کون ہے؟ وہ اس کا شوہر ہے۔ خداوند عالم نے ان لوگوں کو ایک دوسرے کے لئے خلق کیا ہے۔

دو مختلف نگاہیں مگر دونوں خوبصورت

فطری طور پر مرد کے بارے میں عورت کی سوچ، مرد کی عورت کے بارے میں فکر و خیال سے مختلف ہوتی ہے اور اسے ایک دوسرے سے مختلف بھی ہونا چاہیے اور اس میں کوئی عیب و مضائقہ نہیں ہے۔ مرد، عورت کو ایک خوبصورت، ظریف و لطیف اور نازک و حساس وجود اور ایک آئیڈیل کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اسلام بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے: ”الْمَرْأَةُ رِيحَانَةٌ“۔ یعنی عورت ایک نرم و نازک اور حسین پھول ہے، یہ ہے اسلام کی نظر۔ عورت ایک نرم و لطیف اور ملائم طبیعت کی مالک موجود کا نام ہے جو زیبائی اور لطافت کا مظہر ہے۔ مرد، عورت کو ایسی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اپنی محبت کو اس قالب میں مجسم کرتا ہے۔ اسی طرح مرد بھی عورت کی نگاہوں میں اس کے اعتماد اور بھروسے کا مظہر اور اس کی مضبوط تکیہ گاہ ہے اور وہ اپنی محبت اور دلی جذبات و احساسات کو ایسے مردانہ قالب میں سموتی اور ڈھالتی ہے۔

زندگی کی اس مشترکہ دوڑ دھوپ میں مرد و عورت کے یہ ایک دوسرے سے مختلف دو کردار ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح اور لازمی ہیں۔ عورت جب اپنے شوہر کو دیکھتی ہے تو اپنی چشمِ محبت و عشق سے اس کے وجود کو ایک مستحکم تکیہ گاہ کی حیثیت سے دیکھتی ہے کہ جو اپنی جسمانی اور فکری صلاحیتوں اور قوت کو زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانے اور اس کی ترقی میں استعمال کرتا ہے۔ مرد بھی اپنی بیوی کو انس و الفت کے مظہر، ایثار و فداکاری کی جیتی جاگتی اور زندہ مثال اور آرام و سکون کے مخزن کی حیثیت سے دیکھتا ہے کہ جو شوہر کو آرام و سکون دے سکتی ہے۔ اگر مرد زندگی کے ظاہری مسائل میں عورت کی تکیہ گاہ اور اس کے اعتماد و بھروسے کا مرکز ہے تو بیوی بھی اپنی جگہ روحانی سکون اور معنوی امور کی وادی کی وہ باد نسیم ہے کہ جس کا احساس انسان کی تمام تھکاوٹ و خستگی کو دور کر دیتا ہے۔ گویا وہ انس و محبت، چاہت و رغبت، پیار و الفت اور ایثار و فداکاری کا موجیں مارتا ہوا بحرِ بیکراں ہے۔ یقیناً شوہر، محبت، سچے عشق اور پیار سے سرشار ایسی فضا میں اپنے تمام غم و اندوہ، ذہنی پریشانیوں اور نفسیاتی الجھنوں کے بار سنگین کو اتار کر اپنی روح کو لطیف و سبک بنا سکتا ہے۔ یہ ہیں میاں بیوی کی روحی اور باطنی قدرت و توانائی۔

حقیقی اور خیالی حق

کسی بھی قسم کے ”حق“ کا ایک فطری اور طبیعی منشا و سبب ہوتا ہے۔ حقیقی اور واقعی حق وہ ہے جو فطری سبب سے جنم لے۔ یہ حقوق جو بعض محفلوں^(۱) میں ذکر کئے جاتے ہیں، صرف توہمات اور خیالات کا پلندہ ہیں۔

مرد و عورت کے لئے بیان کئے جانے والے حقوق کو ان کی فطری تخلیق، طبیعت و مزاج اور ان کی طبیعی ساخت کے بالکل عین مطابق ہونا چاہیے۔

آج کی دنیا کے فیننسٹ یا حقوق نسواں کے ادارے کہ جو ہر قسم کے اہل مغرب، حقوق نسواں کے نام پر کتنا شور و غوغا اور جنجال برپا کرتے ہیں اور ان کی پریشانی کا سبب بھی یہی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ صرف ہم ہیں جو مقام زن کا پاس رکھتے ہیں۔ بہت خوب جناب! یہ لوگ مقام زن کا اپنی رسمی محافل، میٹنگوں، خرید و فروخت کے مراکز اور سڑکوں پر خیال رکھتے ہیں اور وہ بھی اس سے صرف لذت حاصل کرنے کے لئے! لیکن کیا گھر میں شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ہی ہے کہ جیسا باہر ہے؟ وہاں خواتین کو دی جانے والی اذیت و آزار، مردوں کے ہاتھوں خواتین کی مار پیٹ، گھر کی چار دیواری میں اُس کا بُرا حال اور زور و زبردستی کی حکمرانی وغیرہ کتنی زیادہ ہے؟!

۱ اشارہ ہے حقوق نسواں، انسانی حقوق کے کمیشن اور ان کے ذیلی اداروں کے بے بنیاد فریضیوں اور ایجنڈوں کی جانب جو از خود مرد و عورت کے حقوق اختراع کرتے پھرتے ہیں۔ (مترجم)

شوہر، بیوی کی ضرورتوں کو درک کرے

شوہر کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بیوی کی ضرورتوں اور حاجتوں کو درک کرے، اس کے احساسات اور جذبات کو سمجھے، اس کے حال سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہ ہو اور گھر میں خود کو تمام اختیارات کا مالک اور مطلق العنان حاکم تصور نہ کرے۔ میاں بیوی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے، ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور دوست ہیں اور (زندگی کے میدان میں اپنا کردار بھرپور انداز سے ادا کرنے کے لئے) ان میں سے ہر ایک کی اپنی خاص فکری اور باطنی وسعت اور دائرہ کار ہے۔

شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی زندگی کے تمام امور میں اس کی مدد کرے تاکہ وہ اپنے متعلق معاشرے میں موجود تمام پسماندگی، دقیانوسی خیالات اور خاص طرز فکر کا ازالہ کر سکے۔ البتہ اس پسماندگی سے مراد وہ چیزیں نہیں ہیں کہ جو آج مغرب اور بیگانوں کی تقلید کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں آدھری ہیں۔ بلکہ ان دقیانوسی خیالات سے مراد خواتین کے مفید وجود کے فوائد کی معرفت، ان کے تعلیم حاصل کرنے جیسے اہم امر اور خواتین میں نئے افکار، ترقی اور غور و فکر جیسی صفات کی پرورش سے متعلق معاشرے کی چھوٹی ذہنیت اور کم ظرفی ہے۔ لہذا مرد ان تمام شعبوں میں اپنی شریک حیات کی جتنی بھی مدد کرے کم ہے۔ اگر عورت چاہتی ہے کہ کوئی کام انجام دے اور وہ اپنی خاندانی زندگی کے دائرہ کار اور اس کی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجتماعی کاموں میں حصہ لینے کی خواہشمند ہے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی راہ میں مانع نہ ہو۔

مرد کی خام خیالی اور غلط رویہ

مرد ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ چونکہ وہ صبح سے شام تک نوکری کے لئے باہر رہتا ہے، اپنا مغز کھپاتا اور تھوڑی بہت جو رقم گھراتا ہے تو وہ بیوی سمیت اس کی تمام چیزوں حتیٰ اس کے جذبات، احساسات اور خیالات کا بھی مالک بن گیا ہے، نہیں! وہ جو کچھ گھر لے کر آتا ہے وہ گھر کے اجتماعی حصے اور ذمہ داریوں کی نسبت آدھا ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرا آدھا حصہ اور ذمہ داری بیوی سے متعلق ہے۔ بیوی کے اختیارات، اس کی سلیقہ شعاری اور گھریلو انتظام سنبھالنا، اس کی رائے، نظر، مشورہ اور اس کی باطنی ضرورتوں کا خیال رکھنا شوہر ہی کے ذمہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرد چونکہ اپنی غیر ازدواجی زندگی میں رات کو دیر سے گھر آتا تھا لہذا اب شادی کرنے کے بعد بھی ایسا ہی کرے، نہیں! اسے چاہیے کہ وہ اپنی زوجہ کے روحی، جسمی اور نفسیاتی پہلوؤں کا خیال رکھے۔

قدیم زمانے میں بہت سے مرد خود کو اپنی بیویوں کا مالک سمجھتے تھے، نہیں جناب یہ بات ہرگز درست نہیں ہے! گھر میں جس طرح آپ صاحبِ حق و اختیار ہیں اسی طرح آپ کی شریک حیات بھی اپنے حق اور اختیار کو لینے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی مجاز ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی زوجہ پر اپنی بات ٹھونسیں اور زور زبردستی اس سے اپنی بات منوالیں۔ چونکہ

عورت، مرد کی بہ نسبت جسمانی لحاظ سے کمزور ہے لہذا کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عورت کو دبانا چاہیے، اُس سے چیخ کر اور بھاری بھرم لہجے میں بات کریں، ان سے لڑیں اور ان کی مرضی اور اختیار کا گلا گھونٹتے ہوئے اپنی بات کو ان پر مسلط کر دیں۔

عقل مند بیوی اپنے شوہر کی معاون و مددگار ہے

بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی ضرورتوں، اندرون اور بیرون خانہ اس کی فعالیت اور اس کی جسمانی اور فکری حالت کو درک کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی کے کسی فعل سے مرد اپنے اوپر روحی اور اخلاقی دباؤ محسوس کرے۔ شریک حیات کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام انجام نہ دے کہ جس سے اس کا شوہر امور زندگی سے مکمل طور پر ناامید اور مایوس ہو جائے اور خدا نخواستہ غلط راستوں اور ناموس کو زک پہنچانے والی راہوں پر قدم اٹھالے۔ زندگی کے ہر کام اور ہر موڑ پر ساتھ دینے والی شریک حیات کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کو زندگی کے مختلف شعبوں میں استقامت اور ثابت قدمی کے لئے شوق و رغبت دلائے اور اگر اس کی نوکری اس طرح کی ہے کہ وہ اپنے گھر کو چلانے میں اپنا صحیح اور مناسب کردار ادا نہیں کر پا رہا ہے تو اس پر احسان نہ جتائے اور اسے طعنے نہ دے۔ گھر کا مرد اگر علی، جہادی (سیکورٹی اور حفاظت وغیرہ) اور معاشرے کے تعمیری کاموں میں مصروف ہے خواہ وہ نوکری کے لئے ہو یا عمومی کام کے لئے، تو بیوی کو چاہیے کہ وہ گھر کے ماحول کو اس کے لئے مساعد اور ہموار بنائے تاکہ وہ شوق و رغبت سے کام پر جائے اور خوش خوش گھر لوٹے۔ تمام مرد حضرات اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جب وہ گھر میں قدم رکھیں تو گھر کا آرام دہ، پرسکون اور پر امن ماحول انہیں خوش آمدید کہے اور وہ اپنے گھر میں اطمینان اور سکھ کا سانس لیں۔ یہ ہیں زوجہ کے فرائض۔

بیوی کے فرائض

بیوی کی خاص یہ ذمہ داریاں ہیں کہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے وظائف اور ذمہ داریوں کی تشخیص کے لئے عقلمندی سے کام لے۔ عورتیں یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اگر ایک عورت عقل اور ہوش سے کام لے تو گھر کو چلانے میں وہ مرد کی بھی بہترین مددگار ثابت ہوگی اور مرد کی بہتر طور پر راہنمائی بھی کر سکے گی۔ صحیح ہے کہ مرد، عورت کی بہ نسبت بڑی جسامت اور قوی ہیكل کا مالک ہوتا ہے لیکن خداوند عالم نے عورت کے مزاج اور طبیعت کو اس طرح خلق کیا ہے کہ اگر مرد و عورت فطری طور پر صحیح و سالم ہوں اور بیوی عاقل ہو تو یہ بیوی ہی ہے کہ جو شوہر کے دل میں گھر کر لے گی۔ لیکن یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ چالاک، شاطرانہ چالوں، اپنا حکم چلانے اور زبردستی اپنی بات منوانے سے یہ مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے! بیوی اپنے نرم و ملائم لہجے اور خندہ پیشانی سے شوہر کا استقبال کرنے، مسکراتے ہونٹوں، خوشحال چہرے اور شوہر کے مزاج کو تھوڑا بہت تحمل و برداشت کرنے سے اپنے شوہر کا دل جیت لے گی۔ البتہ لازمی نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو بہت زیادہ تحمل کرے (کیونکہ مرد کو بھی یہ حق

حاصل نہیں ہے کہ وہ ہر بات میں زور و زبردستی کرے) کیونکہ خداوند عالم نے یہ تھوڑا بہت تحمل و برداشت اور لچک عورت کی طبیعت میں رکھی ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے اس طرح کا سلوک رکھے۔

بعض خواتین اپنے شوہروں سے سخت لہجے اور گرم مزاجی سے پیش آتی ہیں۔ مثلاً، ”آپ کو یہ چیز میرے لئے ہر صورت میں خریدنی ہے!“، ”میرے لئے سونے کی اتنی چوڑیاں بنوائیں کیونکہ میری دوست کے شوہر نے اسے اتنے ہزار کی چوڑیاں بنوا کر دی ہیں“، ”اگر آپ مجھے سونے کی چوڑیاں نہیں بنوائیں گے تو میرا سر اُس کے سامنے نیچے ہو جائے گا“۔ بعض خواتین اس قسم کی باتوں سے اپنے شوہروں کو ذہنی اذیت دیتی اور انہیں پریشانی میں مبتلا کرتی ہیں۔ یہ سب طور طریقے صحیح نہیں ہیں۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

پہلا مرحلہ

بہشت بریں تک ہمسفر

درپچہ

علیوفاطمہ کی مشترکہ ازدواجی زندگی کے ابھی چند ہی روز گزرے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے ان کی ہمسفری و زوجہ کے بارے میں ان کی نظر معلوم کی: اے علیؑ تم نے فاطمہ کو کیسا شریکہ حیات پایا؟ حضرت علیؑ نے ایک جملے سے جو اپنی شریکہ حیات کی بھرپور قدر دانی اور شکرے کی عکاسی کر رہا تھا، اپنی زوجہ کے عشقِ جاوید کے بارے میں اپنی نظر کا اظہار فرمایا:

”نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَي طَاعَةِ اللَّهِ“^(۱)

”یا رسول اللہ! وہ اطاعتِ خدا کی انجام دہی میں بہترین مددگار اور معاون ہیں۔“

اس طرح عالم ہستی کا بہترین داماد اپنے عشقِ خدا کے اسرار سے یوں پردہ ہٹاتا ہے اور اپنی مشترکہ ازدواجی زندگی کی راہِ سعادت کو تمام دو لہا دلہنوں کو دکھاتا ہے۔

یعنی اے علوی دو لہا اور فاطمی دلہنوں! صرف خدا اور اس کی اطاعت کی انجام دہی کے لئے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھام لو اور خدائے مہربان کی بہشت بریں تک ایک دوسرے کے ہمسفر بنو۔

وقت کی گھڑی کی سوئیاں بہت تیزی سے گزر رہی ہیں اور دنیا سب کے لئے یکساں طور پر سرعت سے اپنے انجام کی جانب قدم بڑھا رہی ہے۔

شادی کی اس تقریب کو غور سے دیکھیں۔ آپ کے والدین گزشتہ کل کے دو لہا دلہن ہیں

کہ جس کو بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے۔ اس طرح آپ بھی آنے والے کل کے والدین ہیں کہ جو اپنے بچوں کی شادی کی تقریب میں شرکت کریں گے۔

یہ ہے زندگی کے آسمان سے فرصت کے بادلوں کا تیزی سے گزرنا۔

وہ چیز جو آپ کی زندگی اور آپ کی ازدواجی دنیا کو محبتِ الہی کے خورشید کے پرتوں میں زندگی جاوید سے متصل کر دیتی ہے وہ صرف ”تقویٰ“ اور ”اطاعتِ خدا“ ہے۔

ایک دوسرے کے ایمان کی تکمیل و تقویت میں ایک دوسرے کی مدد کیجئے اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے ”ذکر“ کے جام کو نوش کریں۔

آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ شیطانی حملوں کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مضبوط سپر بنیں اور دینی احکام و فرائض کی بجا آوری میں ایک دوسرے کی اعانت کریں اور رغبت دلائیں۔

آپ ضرور دریافت کریں گے کہ کیسے؟

تو ہم یہی کہیں گے کہ اُس سے سوال کریں کہ جو راستے کے نشیب و فراز سے واقف بھی ہو اور اسرارِ عشق کی باریکیوں سے بھی۔

”اُس“ سے پوچھیں کہ جس کا پُر نور چہرہ یاد خدا کو ہمارے قلوب میں مجسم بنا دیتا ہے!

خوش بختی کا مفہوم

خوش بختی عبارت ہے آرام و سکون، سعادت اور امن کے احساس سے۔ بڑے بڑے فنکشن اور اسراف و فضول خرچی کسی کو خوش بخت نہیں بناتی۔ اسی طرح مہر کی بڑی بڑی رقمیں اور جہیز کی بھرمار بھی انسانی سعادت و خوش بختی میں کسی بھی قسم کا کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ یہ صرف شریعت کی ہی پابندی ہے کہ جو انسان کو خوش بختی اور سعادت سے ہمکنار کرتی ہے۔

ایک دوسرے کو جنتی بنائیے

شادی اور شریک حیات کا انتخاب کبھی انسانی قسمت میں بہت موثر ہوتا ہے۔ بہت سی ایسی بیویاں ہیں جو اپنے شوہروں کو اور بہت سے مرد اپنی بیویوں کو جنتی بناتے ہیں۔ اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی گھر کے اس مرکز کی قدر کریں اور اس

کی اہمیت کے قائل ہوں تو ان کی زندگی پر امن اور پرسکون زندگی ہو جائے گی اور اچھی شادی کے سائے میں انسانی کمال کا حصول میاں بیوی کے لئے ممکن ہو جائے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد زندگی میں ایسے دوراے پر پہنچتا ہے کہ جس میں ایک راہ کا انتخاب اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ یا دنیا یا صحیح راہ اور امانت داری و صداقت میں سے کسی ایک کو منتخب کرے۔ یہاں اس کی بیوی اہم کردار ادا کرتی ہے کہ اسے پہلے یا دوسرے راستے کی طرف پھینچ کر لے جائے۔ صورتحال اس کے برعکس بھی ہوتی ہے کہ شوہر حضرات بھی اپنی شریک حیات کے لئے موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپ سعی کیجئے کہ آپ دونوں اچھی راہ کے انتخاب میں ایک دوسری کی مدد کریں۔

آپ کوشش کریں کہ دین داری، خدا اور اسلام کی راہ میں قدم اٹھانے، راہ حقیقت، امانت اور صداقت میں اپنا سفر جاری رکھنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور انحراف اور لغزش سے ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل اور اس کے بعد ابتدائی سخت سالوں اور جنگ کے مشکل زمانے میں بہت سی خواتین نے اپنے صبر اور تعاون سے اپنے شوہروں کو جنتی بنایا۔ مرد مختلف قسم کے محاذوں پر گئے اور انہوں نے گونا گوں قسم کی مشکلات اور خطرات کو مول لیا، یہ خواتین گھروں میں تنہا رہ گئیں اور انہوں نے تنہا مشکلات کا مقابلہ کیا لیکن زبان پر کسی بھی قسم کا شکوہ نہیں لائیں اور یوں انہوں نے اپنے شوہروں کو بہشت بریں کا مسافر بنایا۔ جب کہ وہ ایسا بھی کر سکتی تھیں کہ ان کے شوہر میدان جنگ جانے اور جنگ کرنے سے پشیمان ہو جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ بہت سے ایسے شوہر تھے کہ جنہوں نے اپنی بیویوں کو جنت کا راہی بنایا۔ ان کی ہدایت، تعاون، دستگیری اور مدد سے یہ خواتین اس قابل ہوئیں کہ خدا کی راہ میں حرکت کر سکیں۔

صورتحال اس کے برعکس بھی ہے۔ بہت سی خواتین اور مرد ایسے تھے کہ جنہوں نے ایک دوسرے کو جہنمی بنایا۔ آپ کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کو جنتی اور سعادت مند بنائیں۔ آپ کو کوشش ہونی چاہیے کہ تحصیل علم، کمال کے حصول، پرہیزگاری، تقویٰ اور سادہ زندگی گزارنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ایک دوسرے کو خوش بخت کیجئے

بہت سی بیویاں اپنے شوہروں کو جنتی اور بہت سے مرد اپنی بیویوں کو حقیقتاً سعادت مند بناتے ہیں، جبکہ اس کے برخلاف بھی صورت حال تصور کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ مرد اچھے ہوں لیکن ان کی بیویاں انہیں اہل جہنم بنا دیں یا بیویاں اچھی اور نیک ہوں مگر ان کے شوہر انہیں راہ راست سے ہٹا دیں۔ اگر میاں بیوی دونوں ان مسائل کی طرف توجہ رکھیں تو اچھی باتوں کی تاکید، بہترین انداز میں ایک دوسرے کی اعانت و مدد سے اور گھر کی فضا میں دینی اور اخلاقی احکامات و تعلیمات کو زبانی بیان کرنے سے

زیادہ اگر عملی طور پر ایک دوسرے کے سامنے پیش کریں اور ہاتھ میں ہاتھ دیں تو اس وقت ان کی زندگی کامل اور حقیقتاً خوش بخت ہوگی۔

ایک مرد اپنی ہمدردانہ نصیحتوں، رہنمائی، وقت پر تذکر دینے اور اپنی بیوی کی زیادہ روی، زیادتی اور اس کے بعض انحرافات کا راستہ روک کر اسے اہل جنت بنا سکتا ہے۔ البتہ اس کے برعکس بھی اس کی زیادتی، ہوس، بے جا توقعات اور غلط روشوں کی اصلاح نہ کرتے ہوئے اسے جہنمی بھی بنا سکتا ہے۔

حق بات اور صبر کی تلقین

میاں بیوی کے دلوں کے ایک ہونے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ راہ خدا میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ”تَوَاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ“ (حق بات اور صبر) کی تلقین کریں۔

اگر بیوی دیکھے کہ اس کا شوہر انحراف کا شکار ہو رہا ہے، ایک غیر شرعی کام انجام دے رہا ہے یا رزق حرام کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور غیر مناسب دوستوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا ہے تو سب سے پہلے جو اسے ان تمام خطرات سے محفوظ رکھ سکتا ہے وہ اس کی بیوی ہے۔ یا اگر مرد اپنی بیوی میں اسی قسم کی دوسری برائیوں کا مشاہدہ کرے تو اسے بچانے والوں میں سب سے پہلے اس کا شوہر ہوگا۔ البتہ ایک دوسرے کو برائیوں سے بچانا اور خطرات سے محفوظ رکھنا محبت، میٹھی زبان، عقل و منطق کے اصولوں کے مطابق حکیمانہ اور مدبرانہ رویے کے ذریعے سے ہونہ کہ بد اخلاقی اور غصے وغیرہ کے ذریعے سے۔ یعنی دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حفاظت کریں تاکہ وہ راہ خدا میں ثابت قدم رہیں۔

ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور مدد کریں خصوصاً دینی امور میں۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا شوہر یا بیوی نماز کی چور ہے، نماز کو کم اہمیت دیتی ہے، سچ بولنے یا نہ بولنے میں اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، شوہر لوگوں کے مال میں بے توجہی سے کام لیتا ہے اور اپنے کام سے غیر سنجیدہ ہے تو یہ آپ کا کام ہے کہ اسے خواب غفلت سے بیدار کریں، اسے بتائیے، سمجھائیے اور اس کی مدد کریں تاکہ وہ اپنی اصلاح کرے۔

اگر آپ یہ دیکھیں کہ وہ محرم و نامحرم، پاک و نجس اور حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا اور ان سے بے اعتنائی برتا ہے تو آپ اسے متوجہ کریں، اسے آگاہی دیں اور اس کی مدد کریں تاکہ وہ بہتر اور اچھا ہو جائے۔ یا وہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے والا ہو تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ اسے سمجھائیے نہ کہ اس سے لڑیں جھگڑیں، نہ کہ اپنے گھر کی فضا خراب کریں اور نہ اس شخص کی مانند جو الگ بیٹھ کر صرف زبانی تنقید کے نشتر چلاتا ہے۔

ایک تیماردار کی مانند، نہ کہ ایک چوکیدار کی طرح

میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی صحیح راستے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے مدد کریں۔ اگر وہ یہ دیکھیں کہ اس کا شوہر یا بیوی کوئی نیک عمل اور کار خیر انجام دینا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس کی ہمت بندھائے، اسے شوق اور رغبت دلائے اور اس کے برعکس اگر وہ یہ دیکھیں کہ سامنے والا خدا نخواستہ کسی خطا کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس کی پوری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے۔ آپ دونوں راہِ خدا میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

دونوں کے کاموں کی بنیاد ایک دوسرے کی اصلاح ہونی چاہیے، ایک چوکیدار کی مانند نہیں کہ جو ہمیشہ سر پر ڈنڈا لئے کھڑا رہے، نہیں! بلکہ ایک وظیفہ شناس تیماردار اور شفیق والدین کی مانند۔

میاں بیوی کی زندگی میں خدا کی طرف توجہ اور احکامِ خدا کی اطاعت کو نقطہ مشترک ہونا چاہیے اور دونوں اس مشترک نقطے کی حفاظت کریں۔ اگر بیوی یہ دیکھے کہ اس کا خاوند دینی مسائل کے بارے میں لاابالی ہے تو اپنی خاص زنانہ حکمت عملی، عقل مندی، خوش اخلاقی اور نرم و ملائم مزاج کے ذریعے اسے راہِ خدا پر لانے کے لئے اپنی کوشش کرنی چاہیے۔ یا اگر شوہر یہ دیکھے کہ بیوی دینی احکامات سے بے توجہ ہے تو اس کی بھی یہی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کی مدد کرے اور یہ کام زندگی کے بنیادی کاموں میں سے ایک ہے۔

اخلاقی حفاظت

اپنے شریکِ حیات یا زوجہ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ کوشش کریں کہ آپ دونوں دیندار رہیں۔ آپ اپنے شوہر یا بیوی کی حفاظت کیجئے کہ وہ کوئی غیر شرعی کام انجام نہ دے۔ اس حفاظت کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کھڑے ہو کر چوکیداری کریں اور اسے اپنے تحت نظر رکھیں یا نظر بند کر دیں بلکہ یہ حفاظت، اخلاقی حفاظت ہے، مہربانی والی حفاظت، رحمدلانہ اور تیماردارانہ حفاظت ہے۔

اگر آپ نے سامنے والے میں کسی غلطی کا مشاہدہ کیا تو آپ اسے نہایت ہوشیاری اور میٹھے و ملائم لہجے میں دور کر دیں۔ آپ دونوں تذکر دینے اور بعض امور کی رعایت کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی نسبت ذمے دار ہیں۔

اگر بیوی دیکھے کہ اس کا شوہر غلط قسم کے لین دین اور برے دوستوں کے ساتھ معاشرت کرنے لگا ہے یا شوہر دیکھے کہ اس کی بیوی فیشن پرستی اور عیش پرستی میں گرفتار اور دینی مسائل سے بے توجہی میں پڑ گئی ہے تو یہ نہ کہے کہ ”وہ جانے اور اس کا کام“ یا ”بھاڑ میں جانے میری بلا سے“، نہیں! آپ دونوں کی ایک دوسرے کی نسبت ذمہ داریاں ہیں لہذا آپ اپنی توانائی اور ہمت کو متمرکز کریں کیونکہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے پر اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

دوسرا مرحلہ

زندگی کے ظاہری روپ سے مافوق حقیقتیں

درپچہ

خداوند عالم کی نگاہ میں گھر کو بسانا در حقیقت ”مودت“ کے چشمے کے کنارے پیار و محبت اور اطاعت خدا کی بنیادوں پر گھر کی تعمیر کرنا ہے۔

مودت یعنی عمیق اور گہرا عشق، نشاط و طراوت، زندگی کے خوبصورت ہنگامے (۱) اور یادگار لمحات۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (۲)

”اور اس نے تم میں مودت اور رحمت کو قرار دیا۔“

یہ مودت دراصل محبت خدا کا بحر بیکراں ہے۔ خدائے رحمان و رحیم اور روف و لطیف نے اپنے حکیمانہ ارادے سے ”آسمانی عشق“ کی آتش کی ”چنگاری“ کو اس نئے شادی شدہ نوجوان جوڑے میں رکھا ہے تاکہ دونوں ایک دوسرے کے وجود اور ”دل کے آئینے“ میں خدائے جمیل و لطیف کی ”آیاتِ لطف و جمال“ میں سے ایک آیت و نشانی کا مشاہدہ کریں

۱ زندگی کے خوبصورت ہنگاموں سے مراد زندگی کے پیار بھرے لمحات ہیں کہ جہاں عشق بھی موجزن ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے نٹ کھٹ، ناراضگی، پیار و محبت کی سرحدوں پر ہلکی پھلکی سرحدی جھڑپیں اور اس کے بعد ایک دوسرے کو منانا۔ جہاں انس و الفت سایہ لگن ہے۔ جہاں ملے جلے جذبات، احساسات، پیار بھرے چھوٹے چھوٹے جھگڑے زندگی کے خوبصورت ہنگاموں کی عکاسی کرتے ہیں۔ جہاں چھوٹے موٹے جھگڑوں کے بعد رضایت و خوشی کی شیرینی میاں بیوی کے ایک دوسرے کیلئے پیار و محبت کے احساس کو چند برابر کر دیتی ہے۔ (مترجم)

اور اپنے ”محرم و یار“ کے ہاتھوں محبت الہی کا جام پئیں اور کامیاب ہو جائیں۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ^(۱)

”بے شک اس میں صاحبانِ تفکر کے لئے نشانی ہے۔“

یہ محبت دراصل وہ گرہ ہے جسے خداوند عالم اپنے دستِ لطف سے ان دو نوجوان دلوں میں لگاتا ہے اور یہ وہ بندھن اور رشتہ ہے جو نامِ خدا سے اور حکمِ خدا سے ان دونوں کے درمیان قائم ہوتا ہے۔

یہ محبت وہ عظیم سرمایہ ہے کہ اگر اس کی حفاظت کی جائے تو یہ زندگی کی حفاظت کرتا ہے، اُسے رونق بخشتا، زندگی کی تلخیوں کو شیریں اور سختیوں کو آسان بناتا ہے۔

اگر خدا کی عطا کردہ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر دانی اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے تو محبتِ الہی کے ”کیمیا“ کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

میاں بیوی اپنی کل مگر ذی قیمت جمع پونجی کے ذریعے اپنی تمام آرزوؤں تک پہنچ سکتے ہیں اور بہشت بریں کا زمین پر تجربہ کر سکتے ہیں۔

مگر ایک شرط ہے۔۔۔۔۔!؟

وہ یہ کہ اپنے اس رشتے اور بندھن کی قدر کریں اور اپنی پوری ہنرمندی کو بروئے کار لاتے ہوئے اسے تمام خطرات سے محفوظ رکھیں۔

مگر کس طرح؟

اس مقام پر ”راہِ محبت“ کے اس جہاں دیدہ شخص کی راہنما باتیں نوجوان عاشقوں کے لئے بہترین راہنما ہیں۔

زندگی کے ظاہری روپ سے مافوق حقیقتیں

زندگی کے ظاہری روپ سے بڑھ کر انسان کی اُمیدیں و آرزوئیں، عشق اور اُس کے محبت اور جذبات و احساسات انسانی حیات میں کلیدی کردار کے حامل ہیں اور ان کا کردار کوئی معمولی نوعیت کا نہیں ہے بلکہ یہ بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی زندگی کی مستحکم اور بلند عمارت کو مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ان سب کو کیسے منظم کیا جاسکتا ہے؟ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں میاں بیوی کو چاہیے کہ اپنی مشترکہ زندگی میں اپنے کردار کو پہچانیں۔۔۔ مرد اپنی زوجہ کو اور زوجہ اپنے میاں کے لئے محبت آمیز نگاہیں اور پاک و پاکیزہ عشق رکھتی ہو اور انہیں چاہیے کہ اپنے اس عشق کی حفاظت کریں۔ اس لئے کہ یہ عشق ختم ہونے والا ہے دیگر دوسری چیزوں کی مانند۔ بس انہیں چاہیے کہ اس کی حفاظت کریں تاکہ یہ ختم نہ ہو۔

اصل ماجرا، عشق ہی تو ہے

اگر میاں بیوی کی مشترکہ ازدواجی زندگی میں محبت سایہ فگن ہو تو گھر سے باہر اور گھر کے اندر کی تمام سختیاں اور مشکلات بیوی کے لئے آسان ہو جائیں گی۔

شادی میں اصل ماجرا اور لب لباب عشق و محبت ہی تو ہے اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں یہ بات اچھی طرح جان لیں۔ چنانچہ یہ محبت جو ایک دوسرے کی نسبت خدا نے آپ کو دی ہے آپ کو چاہیے کہ اس کی حفاظت کریں۔

یہ انسانی رابطہ، باہمی محبت اور ہمدردی پر قائم ہے یعنی میاں بیوی کو چاہیے کہ آپس میں محبت کا برتاؤ کریں تاکہ یہ محبت ان کی مشترکہ ازدواجی زندگی کو آسان بنا دے۔ لیکن اس بات کی طرف بھی توجہ رہے کہ محبت کے عنصر کا مال دولت، ماڈرن زندگی اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ محبت ہی ہے جو گھرانے کو پائیدار بناتی ہے، محبت درحقیقت خوشحال اور آباد زندگی کا سرمایہ ہے اور سخت سے سخت مراحل بھی محبت کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں۔ اگر انسان محبت و عشق کے ساتھ راہِ خدا میں قدم رکھے تو زندگی کی تمام مشکلات اور سختیاں آسان اور تمام کام سہل ہو جائیں گے۔

دو لہا دلہن کو چاہیے کہ آپس میں محبت سے پیش آئیں کیونکہ محبت وہ چیز ہے جو ایک دوسرے کے لئے ان دونوں کی حفاظت کرتی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے پاس محفوظ رکھتی ہے اور انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایک دوسرے سے جدا

ہوں۔ محبت بہترین 'اکسیر' ہے اور جہاں محبت ہوگی وہاں وفاداری بھی موجود ہوگی اور وہاں بے وفائی، خیانت اور تاریکی کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ جب محبت گھر میں آتی ہے تو وہاں کی فضا انس و الفت سے لبریز، قابل تحمل اور شیریں و میٹھی ہو جاتی ہے۔

جتنا زیادہ اتنا ہی بہتر

میاں بیوی آپس میں جتنی محبت کریں وہ کم ہے۔ وہ مقام کہ جہاں محبت جتنی بھی زیادہ ہو اس میں کوئی عیب نہیں، وہ میاں بیوی کی باہمی محبت ہے۔ یہ جتنی بھی زیادہ محبت کریں، اچھا ہے اور خود یہ محبت ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا کو قائم کرتی ہے۔ میاں بیوی کی باہمی محبت بھی خدا سے کی جانے والی محبت کا ہی ایک حصہ ہے۔ یہ ان بہترین محبتوں میں سے ایک ہے کہ جو جتنی زیادہ ہوتی ہی بہتر ہے۔

محبت سے خار بھی پھول بن جاتے ہیں

میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا برتاو کرنا چاہیے۔۔۔ یہ محبت سعادت و خوش بختی کی بنیاد بنتی ہے۔ خوش بختی اس میں ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔ جب محبت زندگی پر حاکم ہو تو اس محبت کے ذریعے خار بھی پھول بن جاتے ہیں۔ اگر میاں یا بیوی میں کوئی بری عادت موجود ہو لیکن دونوں کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو تو وہ بری عادت بالکل ختم ہو جائے گی اور وہ محبت، بری عادت کی تمام تاریکی و ظلمت کو ختم کر دے گی۔

محبت کسی کے حکم یا فرمان سے ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے!

محبت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو کسی کے دستور یا فرمان سے ہو جائے۔ محبت خود آپ کے اختیار میں ہے۔ آپ اپنی محبت اپنے شوہر یا بیوی کے دل میں روز بروز زیادہ کر سکتے ہیں۔ مگر کس طرح؟ اچھے اخلاق، بہتر کردار، وفاداری اور محبت کے ذریعے۔ اگر بیوی یہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے لئے کوشش کرے۔ اس طرح اگر مرد کی خواہش ہو کہ اس کی بیوی اسے پسند کرے تو اسے بھی اس کام کے لئے محنت کرنا ہوگی کیونکہ محبت ہمیشہ محنت اور کوشش کی محتاج ہوتی ہے۔

محبت اسی صورت میں باقی رہے گی کہ جب میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق اور اپنی حدود کا خیال رکھیں اور اس سے تجاوز نہ کریں۔ یعنی حقیقت میں یہ دونوں کہ جو زندگی میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور ایک ساتھ زندگی گزارتے ہیں، اس

بات کی کوشش کریں کہ ایک دوسرے کے ذہن و قلب میں اپنا ایک مقام بنائیں اور ایک دوسرے کے دل میں نفوذ کریں۔ یہ وہی معنوی نفوذ اور میاں بیوی کے درمیان قلبی رابطہ ہے جسے اسلامی حقوق بیان کرتے ہیں۔

اگر آپ کی خواہش ہے کہ یہ محبت امر ہو جائے تو بجائے یہ کہ آپ سامنے والے سے یہ توقع رکھیں کہ وہ آپ سے محبت کرے، آپ اپنے دل سے چاہیں کہ آپ اس پر اپنی محبت زیادہ بچھاور کریں تو خود بخود اس کی آپ سے محبت زیادہ ہو جائے گی (کیونکہ محبت فطری طور پر محبت کی پیدائش کا سبب بنتی ہے)۔

حقیقی عشق اور ہے اور شہوت پرستی کچھ اور!

آج کی دنیا میں محبت کی بڑی تعریف پیش کی جاتی ہے۔ یہ عشق جسے بیان کیا جاتا ہے، یہ سچی محبت و عشق نہیں ہے۔ یہ وہ جنسی خواہشات اور شہوت پرستی ہے کہ جسے یہ لوگ ایک خاص شکل میں ظاہر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ غیر واقعی عشق و محبت، حقیقی عشق و محبت کی جگہ نظر آئے مگر اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ وہ عشق و محبت جو قابل قدر اور ذی قیمت ہے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اور لڑکی کے درمیان خدا کی پسندیدہ، سچی اور گہری محبت ہے جو ایک دوسرے کی نسبت احساس ذمہ داری کے ہمراہ ہوتی ہے۔ وہ یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اب اس نکاح اور ازدواجی زندگی کے بعد ایک جان دو قالب اور ایک ہی منزل کے راہی ہیں اور یہی وہ محبت ہے کہ جس کی بنیاد پر ایک گھرانہ تعمیر کیا جاتا ہے۔

وہ عشق و محبت جو انسانیت سے میل نہیں کھاتی اور ظاہری چیزوں اور جلد ختم ہونے والی شہوت سے مربوط ہے، اس کی کوئی مضبوط اور مستحکم بنیاد نہیں ہوتی ہے۔ لیکن وہ محبت کہ جو انسانی و بشری اساس پر قائم ہے اور جسے خداوند متعال نے انسانی قلب کو ودیعت کیا ہے اگر اپنی خاص شرائط کے ساتھ کہ جس کی اس اسلامی رشتے 'شادی' میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، انسانی حیات میں قدم رکھے تو یہ محبت روز بروز زیادہ ہوتی جائے گی۔

پہلا قدم: ایک دوسرے کا احترام

میاں بیوی کو چاہیے کہ اپنی بہترین مشترکہ ازدواجی زندگی کے لئے ایک دوسرے کا احترام کریں۔ یہ احترام، ظاہری اور خانہ پوری کی حد تک نہ ہو بلکہ ایک واقعی اور حقیقی احترام ہو۔ (کہ جس میں ایک شریک حیات اور ایک صاحب دل انسان کی عقلی اور فطری توقعات، امیدوں، آرزوؤں، احساسات اور جذبات کو مد نظر رکھا جاتا ہو۔) احترام کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو القاب و آداب سے بلائیں بلکہ شوہر اپنی شریک حیات کی نسبت اور بیوی اپنے سرتاج کے لئے قلبی طور پر احترام کا احساس کرے اور اس کے احترام کو اپنے دل میں زندہ رکھے۔

آپ کو چاہیے کہ اس احترام کو اپنے دل میں محفوظ رکھیں اور ایک دوسرے کی حرمت کا خیال رکھیں۔ یہ زندگی کو چلانے کے لئے بہت اہم چیز ہے۔ اسی طرح میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کی اہانت و تحقیر کا کوئی بھی عنصر موجود نہیں ہونا چاہیے۔ (نہ زبانی، نہ قلبی اور نہ اشارے سے)۔

دوسرا قدم: اعتماد کی بحالی

ایک دوسرے کے دل میں محبت کو اس طرح محفوظ رکھا جا سکتا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور گھر میں اعتماد کی فضا بحال کریں۔ جب گھر میں اطمینان کی فضا قائم ہوگی تو نہ صرف یہ کہ محبت بھی مستحکم ہوگی بلکہ انس و الفت بھی اس پیار بھرے ماحول میں جنم لے کر گھر کی فضا میں چار چاند لگا دیں گے۔

اطمینان وہ مضبوط بنیاد ہے کہ جو محبت کو قائم رکھتی ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان اعتماد کی فضا ختم ہو جائے تو محبت بھی آہستہ آہستہ زندگی سے اپنا رخت سفر باندھ لیتی ہے۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی شریک حیات یا آپ کا سرتاج آپ سے زیادہ محبت کرے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اس سے وفادار رہیں اور اس کے اعتماد کو بحال کریں۔ وہ چیز جو محبت کو ایک گھرانے میں مکمل طور پر نابود کر دیتی ہے وہ میاں بیوی کے درمیان بے اعتمادی ہے۔

محبت وہ قیمتی گوہر ہے کہ جس کے وجود کا انتظام اور اس کی حفاظت کا اہتمام انسانی حیات میں اشد ضروری ہے اور اس کا راستہ یہ ہے کہ بیوی، شوہر اور شوہر، بیوی پر اعتماد کرے۔ جب دونوں میں اعتماد کی فضا قائم ہوگی تو وفاداری اور اطمینان کے پروں کے ذریعے یہ گھرانہ سعادت کی طرف پرواز کرے گا اور اس گھر پر محبت بھی اپنی برکتیں زیادہ بچھا کرے گی۔

زندگی میں (ایک دوسرے کے جسم و جاں سے) وفاداری ایک بہت اہم عنصر ہے۔ اگر ایک بیوی یہ احساس کرے کہ اس کا شوہر اس سے وفادار ہے یا شوہر یہ احساس کرے کہ اس کی بیوی وفاداری کی ایک زندہ مثال ہے تو خود یہ احساس مزید محبت کی پیدائش کا باعث بنتا ہے۔ جب محبت وجود میں آتی ہے تو گھر کی بنیادیں بھی مضبوط ہو جاتی ہیں، ایسی مضبوط بنیاد کہ جو ساہا سال قائم رہتی ہے۔

لیکن اگر میاں بیوی یہ احساس کریں کہ اس کی بیوی یا میاں کا دل کسی اور سے لگا ہوا ہے یا وہ یہ احساس کرے کہ وہ سچ نہیں بولتا یا منافقت سے کام لیتا یا لیتی ہے یا وہ احساس کریں کہ ان کے درمیان اعتماد نہیں ہے تو دونوں کے درمیان کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو وہ محبت کمزور ہو جائے گی۔

وفاداری کرو تا کہ قابل اعتماد بنو!

محبت کرنا وہ امر ہے کہ اس (مشترکہ زندگی کی) راہ کی ابتدا میں خداوندِ عالم نے آپ کو جس کا حکم دیا ہے اور یہ وہ سرمایہ ہے کہ جسے خداند مہربان، مشترکہ ازدواجی زندگی کی ابتدا میں لڑکے لڑکی کو ہدیہ کرتا ہے اور یوں ازدواجی سفر کے راہی آپس میں محبت کرتے ہیں۔ لہذا اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ آپ کی زوجہ یا شوہر کی آپ سے محبت، آپ کے عمل سے وابستہ ہے۔

اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کے شریک حیات کی محبت آپ کے لئے باقی رہے تو آپ اس سے محبت آمیز برتاؤ کریں۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کیا کام انجام دے تاکہ اس کی محبت رنگ لائے؟ پس آپ کو چاہیے کہ زندگی کے ہر لمحے میں وفاداری کا ثبوت دیں۔ سامنے والے کو اپنی امانت داری کا یقین دلائیں، اپنی سچائی اور خلوص نیت کو اس پر واضح کریں، سامنے والے سے بے جا توقعات نہ رکھیں، اس سے تعاون اور اظہارِ محبت کریں۔ یہی وہ چیزیں ہیں کہ جو محبت کی ایجاد کا باعث بنتی ہیں اور یہ دونوں کی ذمہ داری ہے۔ محبت اور تعاون کو زندگی میں ہر حال میں موجود ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ بے جا قسم کی اُمیدیں وابستہ رکھنے اور بات بات پر کیڑے نکالنے سے آپ کی زندگی اجیرن ہو جائے۔

اعتماد کسی کے کہنے سے نہیں ہوتا!

اعتماد وہ چیز نہیں ہے جو کسی کے کہنے سے ہو جائے کہ آؤ تم مجھ پر اعتماد کرو اور میں تم پر اعتماد کرتا ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہے! اعتماد وہ چیز ہے جو ایک دوسرے کو دینا اور اس کا یقین کرنا چاہیے یعنی اچھے عمل، اخلاق و آداب کی رعایت کرنے اور شرعی حدود اور اسلامی اقدار کا خیال رکھنے سے۔

اگر گھر کی فضا میں بے اعتمادی کے سیاہ بادل چھا جائیں تو گھر، محبت کے اجالے سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ آپ کا وظیفہ ہے کہ آپ بے اعتمادی کو گھر میں اپنے منحوس قدم نہ رکھنے دیں۔ بے وفائی بدن میں پوشیدہ سرطان کی مانند محبت کو کھا کر ختم کریتی ہے۔

اگر میاں یا بیوی یہ احساس کرے کہ اس کی بیوی یا شوہر اس سے جھوٹ بول رہا ہے تو زندگی میں اس احساس کے آتے ہی سچی محبت رخصت ہو جائے گی۔ یہی وہ چیز ہے کہ جو محبت کی بنیادوں کو کمزور بناتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ محبت کی فضا قائم رہے تو اپنے درمیان اعتماد کی حفاظت کریں اور اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کی پیار بھری زندگی پائیدار ہو تو محبت کو کسی بھی صورت میں اپنے درمیان سے جانے نہ دیں۔

محبت کے دریا میں کدورتوں کو غرق کر دیں

میاں بیوی کو آپس میں محبت آمیز سلوک اختیار کرنا چاہیے، بس یہی مطلوب ہے! وہ کام جو محبت میں کمی کا باعث بنتے ہیں انہیں ہرگز انجام نہ دیں۔ ایسا کوئی کام نہ کریں کہ جو آپ کو ایک دوسرے سے گلامند اور بیزار کرتے ہیں۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ یہ دیکھیں کہ آپ کی بیوی یا شوہر کن چیزوں پر بہت حساس ہے اور کن کاموں پر اس کا مزاج جلدی بگڑ جاتا ہے تو ان چیزوں سے آپ پر اجتناب ضروری ہوگا۔ بہت سے ایسے لوگ پینچو ان مسائل سے بہت لاپرواہی برتتے ہیں مثلاً بیوی کو اپنے شوہر کی ایک عادت بری لگتی ہے اور اس کے شوہر کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کی فلاں عادت اس کی شریک حیات کو بری لگتی ہے اور وہ اسے بار بار انجام دیتا ہے، یہ بہت بری بات ہے۔

اسی طرح بہت سی خواتین بھی ہیں کہ جو مثلاً اپنی اس بات کہ ”میرے لئے فلاں چیز خریدو یا مجھے فلاں جگہ لے چلو“ جیسی خواہشات کی چھری کے ذریعے شوہر کے راحت و آرام کو زنج کمر دیتی ہیں۔ آخر ان کاموں کی کیا ضرورت ہے؟ آپ دونوں ہی اصل ہیں اور بقیہ پوری دنیا کا درجہ آپ کے بعد ہے۔ آپ ایک دوسرے کے وجود کو اپنے لئے ضروری سمجھیں اور ایک دوسرے سے مہربانی کا سلوک کریں۔

اگر ایک وقت خدا نخواستہ آپ کے میاں یا بیوی کے کسی عمل سے آپ کے دل میں کدورت کا میل آجائے تو اسے فوراً اپنی محبت کے بحر بیکراں میں غرق کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ایک چھوٹی سی بات کا بٹنگ بنا کر اسے خوب اچھالیں۔ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کی نسبت لاپرواہ اور بے توجہ ہوں اور کسی ایک کی چاہت و محبت میں کمی آجائے تو یہ کمی دوسرے میں بھی سرایت کر جائے گی کیونکہ ایک دوسرے سے بے رغبتی ایک وبائی مرض ہے جو دوسروں میں بھی سرایت کرتا ہے۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ایسا کوئی موقع نہ آنے دیں اور اس کے لئے دونوں کو مل جل کر باہمی افہام و تفہیم اور محنت سے کوشش کرنی چاہیے اور یہی زندگی کی اصل بنیاد ہے۔

گھر کے بڑے بھی مدد کریں

اچھی زندگی گزارنے کے لئے گھر کے بڑوں کو نوجوان شادی شادہ جوڑوں اور زندگی کے نئے ہمسفروں کی ہدایت کرنی چاہیے۔ لیکن اس بات کی طرف بھی ان کی توجہ رہے کہ وہ ان کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے امور اور جزئیات میں بہت زیادہ مداخلت نہ کریں کہ زندگی ان کے لئے مشکل ہو جائے۔

ایسا نہ ہو کہ بعض افراد اپنی بے جا مداخلت، کم توجہ اور اپنے چھوٹی ذہنیت کی وجہ سے ایک زندگی کی مستحکم بنیادوں کو متزلزل کر دیں^(۱)۔ اگر وہ یہ دیکھیں کہ ان کی مداخلت سے میاں بیوی کے دل ایک دوسرے سے متنفر ہو رہے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اپنی دخل اندازی بند کر دیں۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

تیسرا مرحلہ

کاموں کی تقسیم کا فن

درپچہ

دونوں جوان لڑکے اور لڑکی اپنی مادی اور معنوی زندگی کے کمال کے مشترک ہدف اور خدا کے عطا کردہ سرمایہ عشق کے ساتھ اپنی نئی زندگی کے آغاز کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

خداوند حکیم نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے وجود کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے اور انہیں زندگی کے میدانِ نبرد کی مختلف اور گوں ناگوں ضرورتوں کے تناسب کے ساتھ ایک دوسرے سے متفاوت تخلیق کیا ہے۔ ایک خوشحال و آباد اور کامیاب گھرانے کی تشکیل اور ایک میٹھی زندگی میں کاموں کی تقسیم کا فن بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

ان دونوں میں ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی طاقت و قدرت کے مطابق ایک ”بارِ حیات“ کو اٹھالے اور ساتھ ہی وہ زندگی میں اپنے شریک حیات کے اہم اور حساس نوعیت کے کردار کی مدد کے لیے اپنے کردار کی اہمیت پر بھی ایمان رکھتا ہو۔ وہ جو بھی کام اپنے ذمے لے اُسے اپنی پوری سنجیدگی اور سلیقہ مندی سے انجام دے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ”ہمراہ و ہمسفر“ کے کردار کو حقیقی رنگ دینے کے لئے اس کی مدد کرے۔ کاموں کی تقسیم، گھر میں خاتون کے خاص کردار، گھریلو امور کو چلانے، ان کی اہمیت اور گھر سے باہر ان کی فعالیت اور کام سے متعلق مختلف نظریات اور بے شمار سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں۔ اس نئی راہ فعالیت کے ابہامات کو دور کرنے کے لیے اس ”مرشد“ کی پر مغز باتیں اور نکات بہت موثر ہیں۔

کاموں کی تقسیم

جب دو انسان کسی ایک کام میں شریک ہوتے ہیں اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر اپنی مشترکہ زندگی کا آغاز کرتے ہیں تو بہت سی ایسی ذمے داریاں ہیں جو ان کے درمیان مشترک ہوتی ہیں جو گھر کی گاڑی چلانے اور مختلف قسم کی مدد و اعانت سے عبارت

ہیں اور جو گھر کو خوشحال آباد بنانے میں بہت موثر کردار ادا کرتی ہیں لہذا دونوں کو چاہیے کہ اس سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

یہ کام دونوں کے درمیان مشترک ہیں لیکن ان کاموں کو تقسیم ہونا چاہیے۔ کبھی کبھی یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ میاں بیوی اپنے کاموں کو تقسیم نہیں کرتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کاموں کو اس طرح تقسیم کیا جائے کہ بعض کاموں کو مرد اور بعض کاموں کو بیوی انجام دے بالکل دوسرے کاموں میں مدد و تعاون کی طرح۔

ایک اچھا گھر وہی ہے جہاں میاں بیوی ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ اگر شوہر کسی مشکل یا بُرے حالات کا شکار ہو تو بیوی کو چاہیے کہ وہ اس کی پریشانی کا بوجھ ہلکا کرے۔ یا اگر گھر کے کاموں میں یا اپنے دیگر امور میں بیوی کو دشواری کا سامنا ہو تو شوہر کو اس کی دشواری کو دور کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیے۔ دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے مستقبل کی مثبت تعمیر کے لئے خود کو شریک قرار دیں اور ان تمام کاموں کو خدا کے لئے انجام دیں۔

ایک دوسرے کو روحی طور پر مضبوط بنائیں

ایک دوسرے کی مدد کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے کام انجام دینے لگیں، نہیں! بلکہ انہیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی ہمت بندھائیں اور روحی و باطنی طور پر ایک دوسرے کو مضبوط کریں۔ چونکہ مرد حضرات معاشرے میں معمولاً مشکل اور سخت کاموں کو انجام دیتے ہیں لہذا خواتین کو چاہیے کہ وہ ان کے حوصلوں کو بلند کریں، ان کے جسم و جان سے خستگی اور تھکاوٹ کو دور کریں، تبسم سے ان کا استقبال کریں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ ان کی خوشی کا انتظام کریں۔ اگر خواتین گھر سے باہر کسی کام کو انجام دیتی ہیں تو مردوں کو چاہیے کہ ان کی مدد کریں اور ان کی مضبوط پناہ گاہ بنیں۔

مدد اور تعاون سے مراد روحی مدد اور ایک دوسرے کے حوصلوں اور ہمتوں کو بلند کرنا ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی ضرورتوں، اندرون اور بیرون خانہ اس کی فعالیت اور اس کی جسمانی اور فکری حالت کو درک کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی کے کسی فعل سے مرد اپنے اوپر نفسیاتی دباؤ اور شرما شرمی محسوس کرے۔ شریک حیات کو چاہیے کہ وہ کوئی ایسا کام انجام نہ دے کہ جس سے اس کا شوہر زندگی سے مکمل طور پر ناامید اور مایوس ہو جائے اور خدا نخواستہ غلط راستوں اور عزت و ناموس کو زک پہنچانے والی راہوں پر قدم اٹھالے۔

زندگی کے ہر گام اور ہر موڑ پر ساتھ دینے والی شریک حیات کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کو زندگی کے مختلف شعبوں میں استقامت اور ثابت قدمی کے لئے شوق و رغبت دلائے۔ اگر اس کی نوکری اس طرح کی ہے کہ وہ اپنے گھر کو چلانے میں اپنا مناسب و صحیح کردار ادا نہیں کر پا رہا ہے تو اس پر احسان نہ جتائے اور اسے طعن نہ دے۔ یہ بہت اہم باتیں ہیں۔ یہ ہیں خواتین کے وظائف۔

اسی طرح شوہر کی بھی ذمے داریاں ہیں کہ وہ بیوی کی ضرورتوں کا خیال رکھے، اس کے احساسات کو سمجھے اور کسی بھی حال میں اس کے حال سے غافل نہ ہو۔

کامیابی کے لئے راہ ہموار کریں

اگر شوہر یہ دیکھے کہ اس کی بیوی اپنے اسلامی فرائض کی انجام دہی کے لئے ایک نیک قدم اٹھانا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کے وسائل اسے فراہم کرے اور اس کی راہ میں مانع نہ بنے۔ بعض لڑکیاں ہیں کہ جو شادی کے بعد بھی تحصیل علم اور درس دین کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ قرآنی تعلیمات سے آشنا ہوں، کار خیر انجام دیں اور بعض خیر و بھلائی کے کاموں میں شرکت کریں لیکن ان کے شوہر کبھی کبھی ان کی خواہشات کے جواب میں بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ”ہم میں ان کاموں کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں ہے!“، ”ہم نے شادی اس لئے کی ہے کہ زندگی گزاریں نہ کہ یہ جھمیلے پالیں“ اور یوں اپنی بیویوں کو کارہائے خیر انجام دینے سے روکتے ہیں۔ اس طرح بہت سے مرد ہیں کہ جو صدقات و خیرات دینا چاہتے ہیں تاکہ مختلف اجتماعی کاموں میں شریک ہوں لیکن ان کی بیویاں ان کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

خواتین کی اجتماعی فعالیت اور نوکری کے لئے اہم ترین شرط

بہت سے افراد ہم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ اس بات کے موافق ہیں کہ خواتین گھر سے باہر کام یا نوکری کریں؟ ہم یہی کہتے ہیں کہ یقیناً ہم خواتین کے بیکار بیٹھے رہنے کے مخالف ہیں۔ عورت کو ہر حال میں کام کرنا چاہیے، البتہ کام دو قسم کے ہیں ایک گھر کے اندر کا کام اور دوسرا گھر کے باہر کا لیکن دونوں کام ہیں۔ اگر کسی میں اس چیز کی صلاحیت ہے کہ وہ گھر سے باہر کے کاموں کو انجام دے تو اسے یہ قدم ضرور اٹھانا چاہیے اور یہ بہت اچھا ہے۔ لیکن اس کی شرط ہے کہ جو بھی ملازمت اور کام اختیار کیا جائے وہ خواہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو میاں بیوی کے آپس کے تعلقات اور رشتے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے۔

بہت سی خواتین ہیں کہ جو صبح سے شام تک کاموں میں جُتی رہتی ہیں اور جب شام کو تھکا ہارا اور شریک حیات کی محبت کا پیاسہ شوہر گھر لوٹتا ہے تو ان خواتین میں ایک مسکراہٹ سے بھی اپنے شوہروں کے استقبال کرنے کا حوصلہ نہیں رہتا۔ یہ بہت بری بات ہے۔ گھر کے کام کاج کو انجام دینا چاہیے مگر اتنا نہیں کہ یہ کام گھر کی بنیاد ہی کو خراب کر دے اور ایسا نہ ہو کہ بقول معروف ”گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔“

بیوی اگر چاہتی ہے کہ وہ باہر جا کر کام اور ملازمت کرے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے اور اسلام بھی اس کی راہ میٹر کاوٹ نہیں بنتا لیکن یہ نہ اس کی ذمہ داری ہے اور نہ اس کا وظیفہ! جو چیز اس پر واجب ہے وہ گھر کے تمام افراد کے لئے اس کی حیات بخش فضا کی حفاظت کرنا ہے۔

کارہائے خیر کی انجام دہی کے لئے ایک دوسرے کو ترغیب دلانا

یہ آپ میاں بیوی کی ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کے تمام جزوی اور کلی حالات اور اوضاع کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کے یار و مددگار بنیں خصوصاً راہِ خدا اور فرائض و واجبات کی انجام دہی میں۔

اگر شوہر راہِ خدا میں قدم اٹھانا چاہتا ہے تو بیوی مدد کرے اور اگر بیوی کسی وظیفے اور واجب کام کو انجام دینا چاہتی ہے تو شوہر اس کا مددگار بنے۔ یہ دونوں کی ذمہ داری ہے کہ راہِ خدا میں جدوجہد کریں اور ایک دوسرے سے مکمل تعاون کریں۔

اگر گھر کا مرد علمی میدان یا قومی مسائل اور ملی و اجتماعی تنظیموں میں سرگرم عمل ہے تو بیوی کو چاہیے کہ اس کی مدد کرے تاکہ وہ اپنے کاموں کو باآسانی انجام دے سکے۔ اس طرح مرد حضرات کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کی خواتین کو یہ موقع دیں کہ وہ بھی روحانیت و معنویت کی راہ میں قدم اٹھائیں۔ اگر وہ تحصیل علم کی خواہش مند ہیں تو اپنی اس خواہش کو باآسانی عملی جامہ پہنا سکیں اور اگر وہ اجتماعی کاموں میں حصہ لینا چاہتی ہیں تو وہ بغیر کسی مشکل کے اس میدان میں وارد ہو سکیں۔

زندگی کے ان ہمراہیوں کی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی راہِ خدا کی طرف راہنمائی و ہدایت کریں، صراطِ مستقیم پر قدم اٹھانے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تاکید اور کوشش کریں۔ **تَوَاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ** (حق بات کی نصیحت اور صبر کی تلقین) کو ہمیشہ مد نظر رکھیں کہ جو مسلمان ہونے کا خاصہ اور ایمان کی علامت ہے۔

اپنے خدائی ہدف کے حصول کی خواہشمند میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے دیندار ہونے اور تقویٰ کا خیال رکھنے کیلئے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھامیں۔ شوہر کی کوشش یہ ہو کہ اس کی بیوی دیندار ہو اور زندگی کے ہر لمحے میں تقویٰ کا خیال رکھے۔ اسی طرح عورت بھی اپنے شوہر کی مددگار بنے تاکہ وہ اپنے دین کی بنیادوں کو مستحکم بنائے، پاکدامن رہے اور تقویٰ کے سائے میں اپنی زندگی گزارے۔

یہاں بیوی کی مدد سے مراد صرف گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا، برتن دھونا اور گھر کی صفائی وغیرہ میں اس کی مدد کرنا نہیں ہے۔ صحیح ہے کہ یہ بھی بیوی کی مدد ہے لیکن بیوی کی مدد سے مراد زیادہ تر روحی طور پر اسے مضبوط بنانا اور اس کی اس طرح فکری اور معنوی مدد کرنا ہے کہ دونوں راہِ اسلام پر کاربند اور ثابت قدم رہیں۔ ایک دوسرے کو تقویٰ، صبر، دینداری، حیا، عفت، قناعت اور

سادي زندگي جيسے دیگر اہم امورِ زندگي کی تلقین و نصیحت کمریں اور اس راہ میں ایک دوسرے کی دستگیری کمریں تاکہ زندگی کو بہترین طریقے سے گزار سکیں، انشائی اللہ۔

غمخواری ہی حقیقی مدد ہے!

دوسرے کی واقعی مدد یہ ہے کہ دو انسان ایک دوسرے کے دل سے غموں کے بوجھ کو ہلکا کمریں۔ اگر دونوں میں سے کوئی بھی زندگی میں کسی مشکل میں گرفتار ہو اور مصیبتیں اس کے دل پر حملہ آور ہوں یا وہ کسی مسئلے میں ابہام و تردید کا شکار ہوں ہو تو یہاں میاں بیوی میں سے دونوں کو چاہیے کہ اس حساس موقع پر اپنی شریکہ حیات یا شوہر کی مدد کیلئے جلدی کمرے، اس کے دل سے غم کا بوجھ ہٹادے اور اس کی غلطی اور اشتباہ کو دور کر کے اس کی رہنمائی کرے۔ اگر وہ اس بات کا مشاہدہ کمرے کہ اس کا ساتھی کسی خطا کا مرتکب ہو رہا ہے تو اسے متنبہ کرے اور اسے روکے۔

سلیقہ مند بیوی کی مدیریت کی اہمیت

خواتین کی گھریلو ذمہ داریوں کی اہمیت، بیرونی وظائف اور ذمے داریوں سے نہ تو کسی بھی صورت میں کم ہیں اور نہ ہی ان کی زحمت و سختی کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ شاید ان کی گھریلو ذمے داریوں کی زحمت و سختی زیادہ ہی ہو اور وہ بھی اس لیے کہ وہ ایک گھریلو ماحول کی نگہبان ہیں جس کیلئے بہت محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ خواتین گھر کے اندرونی معاملات کی مدیر (منیجر) اور وزیر داخلہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ سلیقہ مند خاتون ہی ہے جو گھر کے ایک اہم اور حساس نوعیت کے ادارے کو چلا سکتی ہے۔ یعنی وہ جو خاندان اور گھر کے ماحول پر کڑی نگاہ رکھتی ہو اور گھر کا نظم و نسق دراصل اس کی نظارت، تدبیر اور مدیریت و مینجمنٹ سے وابستہ ہو اور یہ بہت وقت طلب، سخت اور زحمت والا کام ہے کہ جو بہت ظرافت کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ کام صرف اور صرف خواتین کے فرم و نازک احساسات، لطیف مزاج اور ان کی محبت سے لبریز نسوانی صفات ہی کے ذریعے سے انجام پاسکتا ہے۔ کسی مرد کیلئے اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ نرم و نازک اور ظریف احساسات کا خیال رکھتے ہوئے گھر کو چلائے۔ کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بیوی تو گھر میں بیکار بیٹھی رہتی ہے، ہرگز نہیں! ایک خاتون گھر کی چار دیواری میں بہت زیادہ، سخت ترین اور ظریف ترین کاموں کو انجام دیتی ہے۔ کچھ لوگ اس طرح سوچتے ہیں کہ اگر ایک خاتون کا کام صرف انہی گھریلو کاموں کو انجام دینا ہے تو یہ ایک عورت کی اہانت ہے، نہیں! اس میں خاتون کی ہرگز کوئی تحقیر نہیں ہے۔ ایک خاتون کا سب سے اہم کام یہ ہے وہ ایک زندگی کو ہنستا مسکراتا، شاد آباد اور خوش و غرم رکھے۔

بچوں کی پرورش، بہت بڑا ہنر ہے

بہت سے گھریلو کام بہت سخت ہوتے ہیں کہ جن میں سے ایک بچوں کی پرورش اور تربیت ہے۔ آپ جس کام کو بھی مد نظر رکھیں کہ جو بہت دشوار ہو لیکن وہ بچوں کی پرورش کے مقابلے میں آسان ہوگا۔ بچوں کی پرورش دراصل ایک بہت بڑا ہنر ہے۔ مرد حضرات ایک دن بھی یہ کام انجام نہیں دے سکتے لیکن خواتین بہت توجہ، سنجیدگی، ہمت و حوصلے اور ظرافت سے یہ بڑا کام انجام دیتی ہیں اور خداوند عالم نے ان کی طبیعت و مزاج میں اس بات کی صلاحیت رکھی ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ بچوں کی پرورش وہ سخت کام ہے جو انسان کو تھکا دیتا اور اسے خستہ حال کر دیتا ہے۔

نوکری اور گھریلو زندگی کو خوشحال بنانا

وہ نوجوان جو راہِ خدا میں کاموں میں مشغول ہیں وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی وجہ سے اپنے کاموں اور فعالیت کو متوقف نہ کریں۔ ہم مرد حضرات کو ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ اپنے کام کاج، تجارت (بزنس) اور نوکری میں وقت دینے اور سر کھانے کی وجہ سے اپنی گھریلو زندگی اور خاندانی نظام کو خراب نہ کریں۔ کیونکہ بعض مرد ایسے ہیں جو علی الصبح گھر سے نکلتے ہیں اور رات گئے گھر لوٹتے ہیں، یہ روش درست نہیں ہے۔ جن لوگوں کے لیے اس بات کا امکان ہے ہم انہیں تاکید کرتے ہیں کہ وہ دوپہر کے وقت گھر جائیں اور اپنے بیوی بچوں کے درمیان رہ کر اپنی کھوئی ہوئی توانائی بحال کریں، گھر کی گرم اور پُر محبت فضا میں ان کے ساتھ کھانا کھائیں، کم و بیش ایک گھنٹہ ان کے ساتھ رہیں اور اُس کے بعد اپنے کام کی طرف لوٹ آئیں۔ اس کے بعد ایک مناسب وقت یعنی اول شب میں گھر جائیں اور بچوں کے سونے سے قبل ان سے ملاقات کریں اور گھر کے تمام افراد مل کر ایک اجتماعی ملاقات تشکیل دیں۔

عورت، مرد سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے!

وہ مرد حضرات جو تو مند، صحت مند جسم، کندھوں اور بازوؤں کے ابھرے ہوئے عضلات کے مالک ہیں وہ جسم کی اس ظاہری خوبصورتی کے مالک ہیں اور ان کا جسم مضبوط بھی ہے۔ لیکن گھریلو زندگی کی پیچیدگیوں میں ذہنی کا کردگی، احساسات، ہمدردی اور مہربانی کے لحاظ سے عورت، مرد سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔ اُس کی قوت برداشت اور تحمل کی قدرت بھی زیادہ ہوتی ہے اور وہ زندگی کے راستوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ عورت کا مزاج اسی طرح کا ہے اور خواتین کی اکثریت بھی اسی طرح کی ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ بعض خواتین ایسی نہ ہوں۔ غرضیکہ خواتین اُس میدان میں کامیاب ہو سکتی ہیں کہ جہاں بڑے بڑے سورا اور دلیر مرد ہار جاتے ہیں۔ صرف تھوڑے سے تحمل و برداشت، تھوڑی سی خوش اخلاقی اور مختلف طریقہ کار کے

ذریعے وہ مرد حضرات کو اس جگہ لاسکتی ہیں کہ جو مقام اُن کے لائق و شائستہ ہے تاکہ اُن کی زندگی پہلے سے زیادہ میٹھی اور شیریں ہو جائے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی پیروی کیجئے

آپ حضرت فاطمہ کی شادی کے مراسم اور اُس کے بعد کی اُن کی ازدواجی زندگی اور اُن کی سادہ، فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی کے لحاظ سے حضرت فاطمہ کو دیکھئے۔ آپ کا وہ سادہ سا کرہ اور اس کی وہ سادہ سی چٹائی کہ جسے آپ سب نے بارہا سنا ہے۔ گھر کے اندر آپ کی محنت و مشقت، حضرت امیر المومنین جیسے عظیم، فعال محنت طلب اور مجاہد شوہر کی زندگی اور اُن کے چھوٹے سے گھر میں تمام سختیوں پر آپ کا صبر و شکر اور محنت واقعا قابل دید ہے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا تمام زندگی کام اور فعالیت میں مشغول رہیں۔ یعنی جہاں بھی جنگ ہوتی علی ابن ابی طالب سب سے آگے آگے ہوتے اور جہاں بھی کوئی اہم کام ہوتا سب سے پہلے علی ابن ابی طالب ہی قدم اٹھاتے۔ (یہ ہے امیر المومنین کی مصروف زندگی)۔ تقریباً نو دس سال حضرت زہرا نے امیر المومنین کے ساتھ باہم زندگی گزاری ہے۔ آپ توجہ فرمائیے کہ ان نو دس سالوں میں یہ نوجوان شوہر اپنے بیوی بچوں کی ایک عام انسان کی مانند کتنی خدمت کر سکا ہے؟ ایک ایسی مصروف زندگی میں تمام مشکلات، سختیوں اور فقر وفاقے پر صبر کرنا، بڑے جہاد کو انجام دینا، بچوں کی بہترین تربیت اور وہ تمام ایثار و فداکاری جو حضرت زہرا نے انجام دیں اور جن میں سے آپ نے کچھ واقعات کو سنا ہے، یہ سب ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ہماری دُہنوں کو چاہیے کہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اپنے لیے مثالی نمونہ اور زندگی کا اُسوہ قرار دیں۔ اسی طرح دو لہا حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ حضرت فاطمہ اور امیر المومنین کی سیرت کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

چوتھا مرحلہ

اتفاق، ہمراہی اور موافقت

درپچہ

ابتداءً عشق میں جب دل، عشق میں مجذوب اور فریفتہ ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کی خامیاں اور غلطیاں اچھی نظر آتی ہیں اور سوچ اور فکر کا فرق نظر نہیں آتا۔

اپنا ازدواجی سفر شروع کرنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکی ایک دوسرے میں مجذوب، ایک دوسرے کے عاشق و دوست اور خوبصورت سپنوں کے دریا میں غرق ہوتے ہیں۔

اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک اپنے شریکِ حیات کے آئینہ وجود میں اپنی دیرینہ اُمیدوں اور آرزوؤں کو مجسم پاتا ہے اور اپنے محبوب کے چہرے میں گویا اپنا ہی عکس دیکھتا ہے۔

مگر کچھ دیر نہیں گزرتی کہ یہ سہانے سپنے اور عاشقانہ ہم نفسی، ہم چشمی، زندگی کی حقیقت اور اپنے شریکِ حیات کی متفادات شخصیت سے مڈبھیڑ کی وجہ سے اپنا رنگ کھو بیٹھتی ہے۔

زندگی کے مسائل میں سوچ کا فرق، اندازِ بیاں اور روش و طریقہ کار مختلف ہونا ہر دن پہلے سے زیادہ نظر آنے لگتا ہے۔ اس مشترکہ زندگی کی ابتدا میں زندگی کی حقیقت و واقعیت سے صحیح طور پر نمٹنے اور درست راہ حل سے ان نا تجربہ کار اور راستے کے نشیب و فراز سے غافل نوجوان جوڑے کی بے توجہی اور لاعلمی انہیں بہت سی مشکلات سے دوچار کر سکتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لمحوں کی ناراضگی اور رنجش کے اثرات ساہا سال زندگی کو تلخ بنا دیتے ہیں۔

یہ بہترین نوجوان شادی شدہ جوڑے تھوڑے سے تحمل و برداشت، اپنی خیالی سوچ اور آئیڈیل زندگی سے دستبردار ہونے، اپنے شریکِ حیات کی حقیقی شخصیت کو من و عن قبول کرنے، اُس کی برائیوں اور خامیوں کو اس کی اچھائیوں کے ساتھ قبول کرنے، اپنے تمام وجودی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کو درک کرنے اور خدا کے دستِ غیبی کے مدد سے

اپنی مشترکہ زندگی کی بنیاد کو پہلے سے زیادہ مضبوط مستحکم بنا سکتے ہیں۔

تجربات کی دھوپ میں اس گہن سال سالک کی رہنما باتیں، زندگی کے نشیب و فراز والے سفر پر جانے والوں کے لیے توشہ راہ ہیں۔
جائے مل کر زندگی کی تعمیر کیجئے!

امام خمینی نے کہا: ”جاؤ مل کے زندگی کو تعمیر کرو“

میں ایک دفعہ حضرت امام خمینیؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو وہ گھر پر ایک نکاح پڑھانے کا قصد رکھتے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو کہا کہ آپ آئیے دوسری طرف سے ”نکاح“ پڑھائیے۔ وہ ہماری عادت کے برخلاف کہ ہم اپنی باتوں کو کافی طول دیتے ہیں لیکن وہ پہلے نکاح پڑھاتے تھے اس کے بعد دو تین نصیحت آموز جملے ارشاد فرماتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ نکاح پڑھانے کے بعد انہوں نے دو لہا دلہن کی طرف اپنا رخ کیا اور فرمایا:

”جاؤ اور مل کر زندگی کی تعمیر کرو۔“

میں نے سوچا کہ ہم اتنی تقریریں کرتے ہیں لیکن امام خمینی کا کلام ایک جملے میں خلاصہ ہوتا ہے!۔

موافقت کیا ہے؟

آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنی پوری زندگی اور ازدواجی زندگی خصوصاً شادی کے ابتدائی چار پانچ سال آپس میں کامل موافقت رکھتے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایک تھوڑی سے غیر موافق اور مزاج کے خلاف بات کرے یا غیر ذمے داری کا ثبوت دے تو دوسرا بھی اس کے جواب میں غیر ذمے داری کا مظاہرہ کرے اور غیر معقول بات کرے۔ ہر گز نہیں! دونوں کو چاہیے کہ صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے موافق اور ہمراہ بنیں۔ اگر آپ نے دیکھا کہ آپ کی زوجہ آپ سے تعاون نہیں کر رہی ہے تو آپ کو اپنا دست تعاون بڑھانا اور اس سے سازگار حالات پیدا کرنے چاہئیں یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں مل جل کر کام کرنا، دوسرے سے موافقت کرنا اور سامنے والے کی کمی و کوتاہی کو تحمل کرنا اچھی بات ہے۔

سازگاری اور موافقت کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس سے مراد یہ ہے کہ بیوی یہ دیکھے کہ اس کا شوہر اس کا پسندیدہ اور آئیڈیل ہے لہذا اس کی طرف اپنا دست تعاون بڑھائے؟ یا شوہر یہ دیکھے کہ اس کی بیوی کامل طور پر ایک مطلوب اور آئیڈیل بیوی ہے تو اُس سے بنائے رکھے اور ہر حال میں اس کا موافق و ہمراہ ہو؟! اگر اس کی ذرہ برابر کوئی ایک عادت بری ہو یا وہ کوئی ایک غلط حرکت انجام دے تو وہ اُس کو ہر گز قبول نہ کرے۔ کیا یہی ہے موافقت و سازگار حالت پیدا کرنے اور تعاون کا معنی؟ ہر گز نہیں! اگر اسے موافقت کہا جائے تو یہ کام تو خود بخود انجام پاتا ہے اور اس میں آپ کے ارادے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ

آپ کو موافق و ہمراہ اور سازگار حالات پیدا کرنے والا ہونا چاہیے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں آپ زندگی کو بنائیں اور اس کی تعمیر کریں۔ یہ ہے موافقت کا مطلب۔ یعنی زندگی میں پیش آنے والے ہر مسئلے میں زندگی کو بگڑنے سے بچائیں۔ جب ایسے دو انسان باہم زندگی گزاریں کہ جو ایک دوسرے سے آشنائی نہیں رکھتے ہوں اور نہ ہی انہوں نے کبھی مل کر زندگی گزارا ہو، اور تو اور ان کی صفات و عادات، ثقافت اور آداب و رسوم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو ممکن ہے کہ پہلے ہی قدم پر ان کے درمیان بہت سی جگہ نا اتفاقی پیش آئے۔

جب ایسے دو انسان ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے کے ہونے کا عہد کمر کے اپنی مشترکہ زندگی شروع کریں تو ایسی صورت حال میں پہلے پہل آدمی کو کچھ سمجھائی نہیں دیتا۔ تھوڑی مدت کے بعد ممکن ہے وہ زندگی میں نا اتفاقی اور اختلافِ نظر کو محسوس کریں تو آیا ان دونوں کو ایک دوسرے سے دل کھٹے کمر کے منہ موڑ لینا چاہیے اور وہ یہ کہیں کہ ”یہ مرد یا عورت میرے کسی کام کی نہیں ہے اور میری اس سے نہیں بن سکتی؟“، نہیں! آپ کو چاہیے کہ خود کو اس مسئلے سے مطابقت دیں اور اگر یہ قابلِ اصلاح ہے تو اس کی اصلاح کریں اور اگر یہ دیکھیں کہ یہ قابلِ اصلاح نہیں ہے اور اس کے لیے کوئی کام نہیں کیا جاسکتا تو اسی کے ساتھ جس طرح بھی بن سکے، زندگی گزاریں۔^(۱)

گھر کے ماحول میں اتفاق، تعاون اور موافقت، واجبات سے تعلق رکھتا ہے۔ میاں بیوی ہرگز یہ ارادہ نہ کریں کہ انہوں نے ”الف سے لیکرے تک“ جو کچھ کہا کہ اسی پر عمل کیا جائے۔ جو چیز بھی اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جو چیز بھی اُن کے سکون و آرام کا باعث بنتی ہے، بعینہ وہی ہو، نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ آپ زندگی کی بنیاد آپس میں اتفاق، موافقت اور ہمراہی پر رکھیں اور یہ چیز بہت ضروری ہے۔ جب بھی آپ یہ دیکھیں کہ آپ کو آپ کا مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے سوائے اس کے کہ آپ صورت حال کو برداشت کریں۔ تو آپ کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔

۱ انسان کی دسیوں اچھی صفات و عادات کے مقابلے میں اس کی ایک بری عادت کی وجہ سے اسے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ لہذا کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اُس کی اُس ایک بری عادت سے صرف نظر کرتے ہوئے زندگی کی مثبت تعمیر کریں۔ کیونکہ ایک بری عادت کی وجہ سے اسے چھوڑ دینا اور طلاق دے دینا کہیں کی عقلمندی نہیں ہے۔ (مترجم)

زندگی میں موافقت اور اتفاق و ہمراہی دراصل بقائے زندگی کی اساس ہے۔ یہی چیز ہے جو محبت کی پیدائش کا سبب، برکاتِ الہی کے نزول کا باعث بنتی ہے اور دلوں کو نزدیک اور رشتوں کو مستحکم بناتی ہے۔

یورپ کی ایک خوبصورت تعبیر

شادی عبارت ہے دو زندہ اور دھڑکتے دل کے مالک انسانوں کا باہمی تقاضا، انس اور اتحاد سے زندگی بسر کرنا۔ البتہ یہ ایک فطری اور طبعی امر ہے لیکن اسلام نے شادی کے لیے قوانین، زینت اور عظمت و شوکت رکھ کر ہمیشہ کیلئے اُسے برکت عطا کی ہے۔

”میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو سمجھیں اور درک کریں“، یہ ایک یورپی تعبیر ہے لیکن بہت خوبصورت ہے۔ یعنی جو بھی سامنے والے کے درد و غم، خواہش اور ضرورت کو درک کرے اور اُس سے بنا کر رکھے تو اسے کہتے ہیں درک کرنا۔ یعنی بقول معروف، زندگی میں ایک دوسرے کی ضرورت و خواہش کو سمجھنا اور درک کرنا چاہیے اور یہی وہ چیز ہے کہ جو محبت کو زیادہ کرتی ہے۔

کوئی انسان بھی بے عیب نہیں ہے!

اگر آپ نے دیکھا کہ آپ کی شریک حیات میں ذرہ برابر عیب موجود ہے تو سب سے پہلے تو یہ جان لیئے کہ دنیا میں کوئی بھی انسان بے عیب نہیں ہے۔ لہذا اگر آپ کے (زندگی کے ساتھی کا وہ عیب اپنے معاملے کی مدت گزار رہا ہے تو اُس مدت میں اور اگر وہ ناقابلِ اصلاح ہے تو آپ کو چاہیے کہ ہمیشہ کیلئے) اُسے تحمل کریں۔ کیونکہ اُسی وقت آپ کی بیوی بھی آپ کے وجود کو آپ کے عیب کے ساتھ برداشت کر رہی ہے۔ انسان کو اپنا عیب نظر نہیں آتا (خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) لیکن اُسے دوسرے کا (چھوٹا سا) عیب بھی نظر آجاتا ہے۔ بس آپ کو چاہیے کہ اُسے برداشت کریں۔ اگر آپ نے دیکھا کہ وہ قابلِ اصلاح ہے تو اُسکی اصلاح کیجئے اور اگر وہ قابلِ علاج و اصلاح نہیں تو اُسی کے ساتھ اپنی زندگی کی تعمیر کیجئے۔

خاندان کی نابودی کا سبب

اسلام نے گھر کے اندرونی ماحول کیلئے ایک اصلاحی اور تربیتی نظام مقرر کیا ہے تاکہ گھر کا اندرونی اختلاف خود بخود حل ہو جائے۔ مرد کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تھوڑے تحمل، رعایت اور توجہ سے کام لے جبکہ بیوی کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ بھی تھوڑی برداشت، تامل اور غور و فکر کو اپنی زندگی میں جگہ

دے۔ اگر یہ تمام چیزیں عملی صورت اختیار کر لیں تو علی القاعدہ کوئی ایک گھر بھی برباد نہیں ہوگا۔ اکثر خاندانوں اور گھرانوں کی بربادی کی وجہ ان تمام دستوار و احکام کو بے اہمیت شمار کرنا اور ان پر عمل نہ کرنا ہے۔ مرد ہے کہ تحمل اور رعایت کرنے کو اپنی ناک کا مسئلہ بناتا ہے اور بیوی ہے کہ عقل و ہوش سے کام لینے کے بجائے میری بات، میرا کام، میری مرضی کی رٹ لگائے رہتی ہے۔ گھر کا مرد بے انتہا غصے اور گرما گرمی سے گھر کے گلستان کو آگ لگاتا ہے تو خاتون خانہ بے صبری سے گھر کی بساط الٹی ہے۔

یہ تمام کام غلط ہیں۔ مرد کا غصہ بھی غلط ہے اور عورت کی سرکشی بھی بے بنیاد اور غیر منطقی۔ اگر مرد غصہ نہ کرے یا اس سے کوئی غلطی اور اشتباہ سرزد نہ ہو تو بیوی بھی سرکشی اور بے صبری نہیں کرے گی۔ انہیں چاہیے کہ ٹھنڈے دماغ، باہمی رضامندی اور تعاون سے زندگی کی تعمیر کریں۔ اگر ایسا ہو تو کوئی بھی خاندان یا گھرانہ نابود ہونے کے بجائے باقی رہے گا۔

دو طرفہ موافقت و ہمراہی

قدیم زمانے میں ہمارے بزرگ بیٹی کی رخصتی کے وقت یہی کہتے تھے کہ ”بیٹی تم جس گھر میں جا رہی ہو اب وہاں سے تمہارا جنازہ ہی نکلے“۔ یعنی وہ ہر حالت میں شوہر کی موافق و ہمراہ ہو (خواہ حالات اُس کے موافق ہوں یا مخالف)۔ گویا وہ مرد حضرات کیلئے اس موافقت، ہمراہی اور اتفاق کے قائل نہیں تھے، جناب یہ درست بات نہیں ہے! اسلام اس کی تائید نہیں کرتا (کہ ساری قید و شروط بیوی کیلئے ہوں اور شوہر اُن سب سے آزاد ہو!) بلکہ وہ یہ دستور دیتا ہے کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اور لڑکی دونوں مل کر باہمی رضامندی، اتفاق اور تعاون و ہمراہی سے کام کریں اور مل کر زندگی کی تعمیر کریں۔ اُن کی مشترکہ زندگی کی بنیاد ایسی بات پر قائم ہونی چاہیے کہ وہ اپنی گھریلو زندگی اور خاندانی نظام کو سالم، کامل، آرام اور ایک دوسرے کے عشق و محبت کو درک کرنے کے ساتھ چلائیں، اس راہ پر قدم اٹھائیں اور اس کی حفاظت کریں۔ اگر وہ یہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو چونکہ اسلام کے بتائے ہوئے تربیتی نظام کے مطابق اس کام کو انجام دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے تو اس صورت میں یہ صحیح و سالم گھرانہ ہوگا کہ جسے اسلام پسند کرتا ہے۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول پانچواں مرحلہ

ہنستی مسکراتی اور خوشحال زندگی

درپچہ

زندگی کی مٹھاس اور شیرینی دراصل میاں بیوی کی عقلمندی مہارت اور ایک دوسرے کے حقوق و آداب کی رعایت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو اپنے نئے سفر کے آغاز میں اپنی مشترکہ زندگی کی لازمی ضروریات اور ذہنی اور فکری توانائی کے حصول کے لیے خود کو بہت زیادہ مشقت کا محتاج سمجھنا چاہیے۔

اس طرح ان کی زندگی روز بروز شیریں اور جاذب ہوتی جائے گی۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے اس مرحلے پر ہمارا مہربان رہبر اپنی قوم کے نوجوانوں کو ایک خوشحال اور ہنستی مسکراتی زندگی تک جانے والی راہوں کی نشاندہی کر رہا ہے۔

عملی شکر سب سے زیادہ اہم ہے

شکر کا مقصد صرف زبان سے ”خدا یا تیرا شکر“ کہنا اور سجدہ شکر بجالانا نہیں ہے۔ نعمت کا شکر انہ ہے کہ انسان نعمت کو پہچانے۔ اُسے چاہیے کہ وہ یہ جانے کہ یہ نعمت خداوند عالم نے اسے عطا کی ہے، لہذا اس نعمت سے ایسا استفادہ اور سلوک اختیار کرے جو خدا کی مرضی و پسند کے عین مطابق ہو۔ یہ ہے نعمت کے شکرانے کا مفہوم۔

اگر زبان سے تو ”شُکراً للهِ“ کہیں لیکن آپ کا دل میرے ان بیان کردہ مفہیم سے نا آشنا ہو تو یہ شکر نہیں ہے۔ شادی بھی خداوند عالم کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور ہدیہ ہے۔ خداوند متعال نے بہترین شریک حیات یا شریک حیات آپ کو دی ہے۔ پس آپ کو چاہیے کہ اس نعمت کا کما حقہ شکر بجالائیں۔

زندگی کے رازوں کی حفاظت کیجئے

شوہر اور بیوی دونوں کو چاہیے کہ اپنی زندگی کے اسرار کی حفاظت کریں۔ نہ بیوی اپنے شوہر کے رازوں کو کسی کے سامنے افشا کرے، اسی طرح مرد بھی مثلاً اپنے دوستوں میں، کسی کلب یا دعوت میں اپنی بیوی سے متعلق باتوں کو بیان نہ کرے۔ آپ ان باتوں کا مکمل خیال رکھیے اور راز اور ذاتی باتوں کی حفاظت کیجئے تاکہ ان شای اہ آپ کی زندگی مستحکم اور شیریں ہو سکے۔

ایک دوسرے کے غمخوار بنیے

ایک دوسرے کی حقیقی مدد یہ ہے کہ دو انسان ایک دوسرے کے دلوں سے غموں کے بھاری بوجھ کو دور کریں۔ ہر ایک اپنی زندگی میں ایک خاص قسم کے مسائل میں گرفتار اور مشکل میں پھنسا رہتا ہے اور ممکن ہے کہ کسی قسم کے شک و تردید کا شکار ہو جائے۔ یہ اُس کے جیون ساتھی کا فرض ہے کہ ایسے نازک موقع پر اپنے ساتھی کی مدد کے لیے جلدی کرے اور اُس کا ہاتھ تھامے، غم و اندوہ کو اس کے دل سے دور کر کے اس کی راہنمائی کرے اور اس کے شک و شبہ کو دور اور غلطی کی اصلاح کرے۔

سادہ زندگی اور میانہ روی

آپ سادہ زندگی گزارے۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ ہم بہت زیادہ زہد و تقویٰ کے مالک نہیں ہیں لہذا اُس میں آخری درجے کے زہد و تقویٰ کا تصور نہ کیجئے۔ وہ سادہ زندگی جس کی ہم بات کر رہے ہیں وہ زاہد و عابد افراد کے زہد و تقویٰ کے تصور سے بہت مختلف ہے۔ یہ سادگی، لوگوں کی عام روزمرہ زندگی کے امور سے متعلق ہے۔ وہ سادگی جو ہم نے اختیار کی ہے اگر خدا کے مقرب بندے اسے دیکھیں تو شاید ہماری سادگی کے مفہوم پر ہزاروں اعتراضات کریں۔

کوشش کیجئے کہ آپ کی زندگی اسراف و فضول خرچی کی بنیادوں پر قائم نہ ہو اور آپ اپنی زندگی کو سادہ بنائیں۔ اپنی زندگی کو خداوند متعال کی پسند کے مطابق گزارے اور طہناتِ الہی (خدا کی پسندیدہ اور پاک و پاکیزہ چیزوں) سے بہرہ مند ہوں لیکن اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ۔ اعتدال بھی ضروری ہے، میانہ روی بھی اور عدالت بھی۔ اپنی زندگی میں انصاف کو حاکم بنائیے اور دیکھئے کہ دوسرے کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے درمیان زیادہ فاصلہ ایجاد نہ کیجئے۔

مختلف افراد اور خاندانوں کی سعادت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ بے جا اور فضول قسم کے قوانین، خیالی شان و شوکت اور اسٹیٹس والی زندگی سے دوری اختیار کی جائے اور مادی امور کو حدِ لازم سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے اور نہ ہی انہیں اپنے سر پر سوار کیا جائے۔ یا کم سے کم یہ کوشش ہونی چاہیے کہ یہ اوپر کے خرچے اور غیر اضافی خریداری اور غیر ضروری لوازم زندگی آپ کی اصلی (اور روزمرہ) زندگی کا حصہ شمار نہ ہوں بلکہ وہ ایک ”طرف“ (جانبی) اور سائڈ کی چیز ہوں۔ زندگی کی بنیاد کو

ابتدائی سے سادگی کے ساتھ اٹھانا چاہیے اور زندگی کی فضا ایسی فضا ہو جو (افرادِ خانہ کے لئے) قابلِ تحمل ہو۔ سادہ زندگی گزارنا رفاه اور آسائش سے منافات نہیں رکھتا ہے۔ آسائش بھی درحقیقت سادہ زندگی گزارنے کے سائے میں ہی حاصل ہوتی ہے۔

ہارجیت کے بغیر مقابلہ

خود کو ہوس و رقیب بازی، فضول خرچی اور مادی زرق و برق کا اسیر نہیں بنائیے اور کوشش کیجئے کہ زندگی میں مادیت کی دوڑ میں شریک نہ ہوں۔ کوئی بھی اس دوڑ میں خوش بخت اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔ زندگی کی یہ ظاہری زرق و برق اور چمک دمک کسی بھی انسان کو نہ تو خوش بخت کرتی ہے اور نہ ہی اُسے خوشحال اور مطمئن بناتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کے ہاتھ جو کچھ آتا ہے اُس کے نتیجے میں اُس کی ہوس کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی رہتی ہے اور یوں وہ ایک بہتر سے بہتر چیز کی تلاش اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہی زندگی گزار دیتا ہے۔ شریعت نے ہمیں زندگی گزارنے کا ایک اصول دیا ہے کہ ”الْعَفَافُ وَالْكَفَافُ“ یعنی وہ زندگی جو آسانی سے گزارا جاسکے کہ جس میں تنگی نہ ہو اور انسان کسی کا محتاج نہ ہو۔ آپ بھی اس طرح آگے قدم بڑھائیے۔

کفایت والی زندگی!

عیش و آرام، ٹھاٹھ باٹھ، پیسے کی ریل پیل، زبردستی کے خرچے پانی، اضافی خریداری اور فضول خرچی والی زندگی انسانوں کو بد بخت بنا دیتی ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ زندگی آرام اور کفایت کے ساتھ گزارنی چاہیے یعنی اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ نہ کہ پُر خرچی اور اسراف کے ساتھ۔ ان چند چیزوں کو بعض افراد باہم ملا کر کیوں غلطی کرتے ہیں۔

کفایت والی زندگی اور کافی زندگی کا مقصد روپے پیسے، غذا اور وسائلِ زندگی کی بہتات اور فراوانی نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کسی کا محتاج نہ ہو اور وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے تاکہ وہ ضروریاتِ زندگی کے لیے اپنے پاس موجود کافی مقدار میں وسائلِ زندگی سے اپنی زندگی چلا سکے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ہنسی خوشی اور قناعت کا مالک۔ بھی ہو و الا زیادہ درآمد و تنخواہ، اوپر کے اخراجات اور ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی اچھی اور خوشحال نہیں ہو سکتی۔ یہ چیزیں کسی بھی صورت میں انسان کو حقیقی آرام اور خوشحالی نہیں دے سکتیں ہیں۔

زندگی کو سادہ انداز سے گزارنے اور جتنی بھی اس راہ میں کوشش کر سکتے ہیں، کیجئے۔ البتہ ہماری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ گھر کے مرد حضرات اور سرپرست خشک اور زور زبردستی کے زہد و تقویٰ کے ذریعے اپنے اہل و عیال اور نزدیکی افراد پر سخت گیری کریں اور وہ تنگی میں زندگی گزاریں۔ ہماری ہرگز یہ مراد نہیں ہے بلکہ ہماری خواہش یہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد اپنے عقیدے، ایمان و عشق اور دل کی رضایت و خوشی سے ایک حد پر قانع رہیں۔

کتنا ہی بہتر ہو کہ آپ کی زندگی سادہ ہو اور آپ خود کو اسٹیٹس (نام نہاد حیثیت و آبرو) اور زندگی کی زرق و برق کا اسیر نہ بنائیں۔ اگر آپ اس اسٹیٹس کی دوڑ میں شریک ہو گئے تو اسے چھوڑنا سخت ہوگا۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس زمانے میں سادہ زندگی گزارے تو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کام سخت اور مشکل تھا۔ اگرچہ کہ بعض افراد اپنے ہی ہاتھوں اس کام کو مشکل بناتے ہیں۔ اپنے لباس، خوراک، مسکن، اسٹیٹس اور دنیاوی زرق و برق کو اپنے اوپر اس حد تک سوار کر لیتے ہیں کہ اُسے آسان بنانا دشوار ہو جاتا ہے۔

قناعت سب کے لیے مفید ہے

میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہم، آپ کو حضرت سلمان فارسی ۲ اور حضرت ابو ذر ۲ کے زہد کی طرف دعوت نہیں دے رہے ہیں۔ ہم، آپ اور سلمان ۲ و ابو ذر ۲ میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ہم میں ہر گز اس بات کی طاقت نہیں ہے کہ ان درجات، بلندیوں اور اعلیٰ مقامات تک پہنچیں یا فرض کریں اور آسانی سے دل میں ان مقامات کی آرزو کریں۔ لیکن آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ اگر ہمارے اور اُن کی زندگی کے درمیان ہزار درجات کا فاصلہ ہے تو اُس فاصلے کو ۱۰ درجات، ۲۰ درجات اور ۱۰۰ درجات سے کم کیا جاسکتا ہے اور اس طرح ہم خود کو اُن کی زندگی کے نزدیک کر سکتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ قناعت کریں اور قناعت کرنے سے ہرگز شرم محسوس نہ کریں۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قناعت کرنا صرف فقیر، خالی ہاتھ اور بے چارے افراد کا کام ہے اور اگر آدمی کے پاس مال و دولت ہے تو وہ دل کھول کر خرچ کرے اور اُسے قناعت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ غلط خیال ہے! آپ کو زندگی اور اُس کے وسائل کی جتنی ضرورت ہے فقط اُسے ہی استعمال میں لائیے، صرف لازمی حد تک، نہ فضول خرچی کی حد تک۔ کفایت کی حد تک وسائل زندگی استعمال کریں کہ جو انسان کی ضروریات اور اُس کی حاجات کا جواب دینے کے لیے کافی ہو، یعنی انسان کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان کو توقف کرنا چاہیے۔

زندگی سے بے جا امیدیں، غیر ضروری اور زیادہ توقعات وابستہ کرنا درحقیقت انسان کی معاشی تنگی اور خود انسان کی اپنی پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ اگر انسان اپنی زندگی سے توقع اور امیدیں کم رکھے تو یہ اس کی سعادت کا باعث ہوگی۔ یہ صرف انسان کی آخرت کیلئے ہی اچھی اور سود مند نہیں بلکہ اُس کی دنیا کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔

آپ کی پوری کوشش اس بات پر ہونی چاہیے کہ شان و شوکت میں آگے بڑھنے اور اسٹیٹس کی دوڑ سے دور رہ کر سادہ زندگی گزاریں۔ اور وہ ایسی زندگی ہو کہ جو معاشرے کے متوسط طبقے کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس بارے میں معاشرے کا نچلا طبقہ آپ کے مد نظر ہو، نہیں! بلکہ آپ متوسط طبقے کو دیکھئے لیکن آپ مادیت کی دوڑ کو اہمیت و توجہ نہ دیں۔ ٹھیک

ہے کہ ہر جگہ ایک مقابلہ اور دوڑ لگی ہوئی ہے۔ جس طرح خدا کی جنت کی راہ میں دوڑ لگی ہوئی ہے اسی طرح دنیا کی خیالی جنت کیلئے بھی مقابلہ جاری ہے، اس کی زرق و برق اور شان و شوکت، مقام و قدرت اور شہرت طلبی کیلئے بھی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ سب اس مقابلے میں شریک ہیں لیکن یہ مقابلہ صحیح نہیں ہے۔ آپ میں سے جو بھی مادہ پرستی اور مادیت کی دوڑ میں شریک ہو تو اس کا جیون ساتھی اسے (پیار و محبت سے) منع کرے اور ایک ناصح کی طرح اس سے برتاؤ کرے۔ بہر حال انسان کو چاہیے کہ زندگی کے تمام مراحل میں میانہ روی، قناعت متواضعانہ اور سادہ طریقہ زندگی کو فراموش نہ کرے اور یہی اسلام کی نظر ہے۔

شادی کی تقریب سے آغاز کریں

آپ کو چاہیے کہ زندگی کے تمام امور میں سادگی کو اپنائیں اور اس کی ابتدا شادی کی تقریبات سے ہونی چاہیے کیونکہ ساری چیزیں یہیں سے شروع ہوتی ہیں۔ اگر شادی کی تقریبات، سادہ منعقد ہوں تو آنے والے دوسرے اقدامات بھی سادہ ہی ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہو اور آپ نے عیاش، فضول خرچ اور اسراف پسند متمدول افراد کی طرح شادی کی تقریبات منعقد کیں تو آپ بعد میں ایک چھوٹے سے گھر جا کر مختصر سے وسائل زندگی کے ساتھ زندگی گزارنے پر قادر نہیں ہوں گے۔ بعد میں ایسا نہیں ہو سکے گا کیونکہ ازدواجی زندگی کی ابتدا اور بنیاد ہی خراب ہو چکی ہے اور وہ وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

آپ کو چاہیے کہ زندگی کو سادہ زیستی اور سادگی پر کھڑا کریں تاکہ یہ زندگی خود آپ پر، آپ کے اہل و عیال، عزیز و اقارب اور معاشرے کے افراد کے لیے آسان ہو، ان شایء اللہ۔

اپنے والدین کا بھی خیال رکھیے

بہت افسوس کہ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معاشرے میں اسٹیٹس (نام نہاد حیثیت و عزت) کی اس دوڑ نے شادی کی پُر خرچ محفلوں (مہندی، مایوں اور چوتھی کی اسراف سے) پُر اور غیر ضروری تقریبات^(۱)، آسمان سے باتیں کرتی ہوئیں مہر کی رقموں، جہیز کی لمبی لمبی لسٹوں اور بڑے بڑے شاندار ہوٹلوں اور شادی ہالوں میں شادیوں نے معاشرے کے اخلاق کو بہت بگاڑ دیا ہے!

آپ بیٹے اور بیٹیاں جو داماد اور بہو بن رہے ہیں آپ کو چاہیے کہ اس بُت کو گرانے کیلئے پہلا قدم آپ اٹھائیں۔ آپ کہیے کہ ہمیں ایسی شادی اور ایسی تقریبات نہیں چاہیے اور ہمیں اس جہیز کی بہتات، اسراف والی تقریبات اور بڑے بڑے اور شاندار ہوٹلوں میں شادیوں اور فنکشنوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب معاشرہ مشکل اور سختی میں ہو اور جب اُس پر فقر کی بد حالی سایہ لگن ہو تو انسان کو دوسروں کی صورت حال پر توجہ کرنی چاہیے۔

ہم شادی کرنے والے لڑکے اور لڑکیوں کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ والدین سے اصرار اور ضد و بحث نہ کریں، اُن سے زیادہ نہ چاہیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کی خواہشات کے دباؤ میں آکر شرما حضور سے کام لیں اور قرضوں تلے دب جائیں۔

میں اور آپ، سب کو چاہئے ان چیز کو دور پھینکیں۔ شادی درحقیقت صرف ایک مقدس ترین انسانی رشتے کا ملاپ ہے۔ یہ ملاپ کیوں اور کس لیے ہے؟ دونوں جوانوں کا مل کر گھر بسانا اور نئی زندگی بسر کرنا۔ یہ دنیا کا سب سے زیادہ انسانیت والا کام ہے لہذا اسے مادی اور پیسے والا نہ بنائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اُسے ان خواہشات، رسومات اور روایات سے آلودہ نہ ہونے دیں۔ اگر شادی کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں اہل قناعت اور سادہ زندگی کے حامی ہوں تو گھر و خاندان کے بڑے بھی ان کی پیروی کرنے میں مجبور ہو جاتے ہیں۔

مختلف خاندانوں کے مختلف آداب و رسومات نے بھی اجتماعی اخلاق کو بگاڑنے اور شادی جیسے مقدس امر کو مشکل بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ کہیں بھات کی رسم ہے تو کہیں نیگ و سلامی کی اور اسی طرح کی مختلف رسمیں کہ جن کی وجہ سے متوسط گھرانے کے والدین ساہا سال قرضوں میں دے رہتے ہیں۔ لڑکیوں کی عمریں نکلی جا رہی ہیں اور والدین اس دن کی امید میں آس لگائے بیٹھے ہیں کہ جب اُن کی لڑکی کے ہاتھ پیلے ہوں اور وہ اپنی زندگی کا آغاز کریں۔ سادہ شادی ہی اس کا واحد علاج ہے۔ آئیے اپنی خواہشات کو قربان کر کے معاشرے میں سادی شادیوں کی بنیاد رکھ کر اس ثواب جاریہ کا آغاز کریں۔ (مترجم)

حجاب اور عفت

اسلام، حجاب اور پردے کے بارے میں دستور رکھتا ہے۔ قرآن نے حجاب کے بارے میں حدود و قوانین کو بیان کرتے ہوئے اور مرد اور عورت دونوں کے لیے الگ الگ حکم صادر کیے ہیں۔ یہ سب احکامات خود لوگوں ہی کیلئے ہیں اور صرف اس لیے ہیں کہ گھر آباد، خوشحال اور گھروالے خوش بخت ہوں۔ یہ نوجوان دلہنیں جو کسی بھی صورت میں اپنے شوہروں کا ہاتھ چھوڑنا نہیں چاہتی ہیں اور یہ نوجوان لڑکے جو اپنی محبوب شریکہ حیات کی جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے چنانچہ یہ کام حجاب کی حدود اور اس کے قوانین کا لحاظ کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ قرآنی آیات اس طرح کی حکمت و دانائی سے بھرپور اور گہری ہیں۔

یہ محرم و نامحرم کے مسائل، حجاب و پردے اور عورت کی حفاظت یہ سب کس کے لیے ہے؟ یہ قرآنی حکم ”قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ“ (۱)۔ (۱)۔

رسول۔ آپ مومن مرد اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں) ہر چیز کیلئے اپنی آنکھیں نہ کھولو اور ہر چیز پر نگاہ نہ ڈالو۔ یہ اس لیے ہے کہ میاں بیوی آپس میں مہربان اور وفادار رہیں۔

وہ مرد اور عورت جو دنیا کے بدترین معاشروں میں اپنی خواہشاتِ نفس پر عمل کرتے ہوں، ہر برا راستہ انہوں نے طے کیا ہو، جس طرح ان کے دل نے کہا بُرائی انجام دی ہو اور جس سے بھی چاہا اس سے تعلق قائم کر چکے ہوں تو اب ان کیلئے گھرانے کی پر محبت فضا کی کیا اہمیت ہوگی؟ کچھ بھی نہیں! اور ان لوگوں نے ان سب کا نام رکھا ہے ”آزادی“۔ اگر یہ آزادی ہے تو یہ بشریت کے لیے سب سے بڑی بلا ہے۔

وہ مرد جو اپنی خواہشات کے مطابق جس خاتون سے چاہے لذت اٹھائے تو اُس کی نہ کوئی لگام ہے اور نہ وہ کسی حدود اور قانون کا پاس رکھتا ہے اور وہ عورت جو حیا، عفت اور حجاب سے آراستہ نہ ہو تو اُس کی بھی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایسے مرد و عورت اپنی بیویوں اور شوہروں کیلئے کسی قسم کے بھی احترام و اہمیت کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن اسلام کے ازدواجی نظام میں میاں بیوی ایک دوسرے کی نسبت ذمہ دار، جوابدہ اور ایک دوسرے کو پسند کرنے والے ہیں۔ جہاں وہ ایک دوسرے کے ضرورت مند ہیں اور ان کا وجود ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ اسلام میں ان قوانین کا عظیم اور طولانی سلسلہ کس لیے ہے؟ اس لیے کہ ایک خاندان کی بنیادیں مستحکم ہوں، میاں بیوی ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزاریں۔

۱ سورہ نور آیت ۳۱-۳۲، اس میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نگاہوں میں سے کچھ نگاہوں کو (جو حرام و شبہات کی طرف اٹھتی ہوں) نیچی رکھیں نہ کہ ہر وقت آنکھوں کو بند رکھیں۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

چھٹا مرحلہ

تذکر اور یاد دہانی

درپچہ

زندگی کی خوشحالی اور شیرینی، میاں بیوی کی باہمی شراکت و تعاون، عقلمندی اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے کی مرہونِ منت ہے حضرت علیفرماتے ہیں کہ لِكُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ (۱) ”اس عالم میں ہر چیز کیلئے ایک آفت و بلا ہے۔“

ہر ذی قیمت اور اہمیت والی چیز کی بہترین حفاظت اور بہتر انداز میں اس سے استفادہ کرنے کیلئے سب سے پہلے اس کی آفتوں سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔

اس کے بعد عقلمندی اور ہوش و درایت سے اس کی پائیداری اور حفاظت کے لیے قدم اٹھایا جائے۔ یہ دنیا کی زندگی کا قانون ہے۔

چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوگی اس کی آفات بھی اُس قدر زیادہ اور خطرناک ہوں گی۔ مشترک ازدواجی زندگی کہ جو ایک مقدس عہد و پیمان سے شروع ہوتی ہے، انسانوں کے لیے خداوند عالم کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے لیکن ساتھ ہی بہت سی آفتوں میں بھی گھری ہوئی ہے۔

چشمِ بینا، نوجوان ہمسری سنجیدگی و توجہ اور راستے کی آفات کی صحیح شناخت ہی شیطانی آفتوں سے نجات کی راہ ہے۔ بیدار رہنا اور عقلمند و آگاہ ہادی اس بارے میں آنے والے خطرات سے ہمیں آگاہ کر رہا ہے۔

ایک دوسرے کے حسد اور غیرت کو نہ جگانے

میں ہمیشہ نوجوان شوہروں کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ آپ نامحرم خواتین کے ساتھ معاشرت اور نشست و برخاست بلکہ اپنی محرم خواتین کے ساتھ ایسا کوئی کام اور بات نہ کریں کہ جس کی وجہ سے آپ کی بیویاں حسد کرنے لگیں۔ اس طرح نوجوان بیویوں کی خدمت میں تاکید اُعرض کرتا ہوں کہ وہ اجنبی اور نامعلوم افراد کے ساتھ کوئی کام انجام نہ دیں اور اُن سے گفتگو نہ کریں تاکہ آپ کے شوہروں کی غیرت و حسد نہ جاگے۔ یہ حسد انسان کو بدبین بناتا ہے اور محبت کی بنیادوں کو کمزور کر کے اُسے جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔

میاں یا بیوی کی تحقیر، خاندان کی نابودی کا آغاز

ظلم، اہانت اور بغیر کسی وجہ کے ترجیحی رویہ اختیار کرنا ہر حال میں غلط و ناپسندیدہ ہے۔ اگر آپ دنیا کے سب سے بہترین مرد ہوں اور آپ اپنی تعلیم، معلومات اور دیگر جہات سے مکمل انسان ہوں تو آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایک نچلے طبقے کی کم پڑھی لکھی خاتون کے ساتھ چھوٹا سا بھی ظلم کریں اور اس کی اہانت کریں۔ عورت، عورت ہی ہے تا قیامت۔ آپ کو اس کی چھوٹی سے چھوٹی اہانت کا بھی ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔ یہ صرف ہم ہی سے مخصوص نہیں، یہ پرفیوم میں نہانے ہوئے سوٹ بوٹ والے یو رپی کبھی دوسرے معاشروں کے باشندوں پر بدترین انداز میں ظلم کرتے ہیں۔ مرد، عورت سے کتنا ہی بلند مقام کیوں نہ رکھتا ہو، اُسے یہ حق نہیں کہ اپنی بیوی پر ظلم و جفا کرے۔

بیوی کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ کبھی کبھار ایک پڑھی لکھی خاتون ایک عام سے نوکری والے یا مزدور سے شادی کرتی ہے چنانچہ اُسے بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی تحقیر کرے۔ اس کا شوہر کیسا بھی ہو بہر حال اپنی بیوی کی تکیہ گاہ ہے اور بیوی کو اُسی پر تکیہ اور بھروسہ کرنا چاہیے۔

یہ بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ روحی طور پر اپنے شوہر کی ایسی حفاظت کرے کہ اُس پر تکیہ کر سکے۔ اگر ایسا ہو تو یہ صحیح و سالم گھرانہ ہے۔ اگر آپ نے اس طرح اپنے گھر کو بسایا تو جان لیے کہ آپ نے اپنی خوش بختی کے ایک اساسی رکن کی حفاظت کر لی ہے۔

آئیڈیل کی تلاش میں افراط سے کام لینا

لڑکے اور لڑکیوں کو چاہیے کہ زندگی کے آئیڈیل کے پیچھے نہ بھاگیں۔ شادی میں کوئی بھی آئیڈیل نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی انسان اپنے آئیڈیل کو ڈھونڈ سکتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ مل جل کر زندگی کی تعمیر کریں۔ خداوند عالم ان کی زندگی کو شیریں کرے گا، انہیں برکت عطا کرے گا اور انہیں رضائے الہی حاصل ہوگی، ان شایئ اللہ۔

شادی کے ابتدائیں جب میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو انہیں سامنے سب کچھ اچھا اور خوبصورت ہی نظر آتا ہے، کچھ مدت بعد وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، مناسب ہے، اس کے بعد نقائص، کمی و کوتاہی اور کمزوریاں آہستہ آہستہ دونوں میں نظر آنے لگتی ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کو میاں بیوی کے لیے سرد مہری اور دل کی تنگی کا باعث نہیں بننا چاہیے۔ بلکہ انہی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے ساتھ ہی زندگی گزارنی چاہیے کیونکہ آئیڈیل اور بے عیب مرد اور عورت اس عالم ہستی میں کہیں بھی نہیں مل سکتے۔

غیر شرعی معاشرت

وہ مرد جو غیر نامحرم خواتین سے سروکار رکھتا ہے تو مختلف سطح پر دو جگہ اس کی جبلی خواہشات کی سیرابی کا امکان موجود ہے۔ ایسا آدمی جو کبھی بھی فطری خواہشات کی سیرابی کیلئے اپنی بیوی پر اکتفا نہیں کرے گا۔ یہ اس مرد کی مانند نہیں ہے کہ جو کسی بھی نامحرم عورت پر نظریں نہیں اٹھاتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عورت اجتماعات اور محفلوں میں نامحرم مردوں سے مخلوط نہ ہو، اسی لیے ہے کہ یہ عورت صرف اپنے شوہر کو اپنا دل دے، اور اسی کی عاشق ہو۔

اگر اس عورت کی حالت یہ ہو کہ اس کا شوہر اس کیلئے عام سا انسان اور معمولی شوہر ہو جائے تو اس مرد کی عورت کی نگاہوں میں کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہوگی جیسا کہ آجکل ہمیں مغربی معاشرے میں نظر آ رہا ہے۔ ایسی عورت کہتی ہے کہ میرے اپنے شوہر سے بنی بنی اور نہیں بنی تو نہیں بنی، میں طلاق لے لوں گی اور قصے کو یہیں تمام کر دوں گی۔ تم اپنی راہ لو اور میں اپنی راہ! یہ بہت بری صورت حال ہے۔ کچھ خواتین ایسی ہیں جو اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ خواتین کی حالت ایسی ہو جائے۔ یقین رکھیے یہ بات خود خواتین کیلئے مضر ہے اور انہیں کبھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی کیونکہ یہ سوچ، خاندان کی بنیادوں کو متزلزل کر دیتی ہے۔

گھر کی چار دیواری اور عفت و ناموس، گھر کے محافظ ہیں

محرم و نامحرم، حجاب، نگاہ کرنے اور نگاہ نہ کرنے کے مسائل اور غیر صحیح اور نقصان دہ طریقہ زندگی یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کی اسلام میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ بعض (اسلامی) ممالک میں اور جہاں اسلام نہیں ہے وہاں ان چیزوں کا خیال نہیں رکھا جاتا

صحیح ہے کہ یہ مسائل مرد و عورت کیلئے ایک خاص قسم کی محدودیت کا باعث بنتے ہیں لیکن شریعت نے ان قوانین کو خاندانی نظام زندگی اور ایک گھرانے کی بنیادوں کے استحکام، پائیداری، اسکی حفاظت اور خوشحالی کیلئے وضع کیا ہے۔ اگر ان مسائل و قوانین میں ہر انسان تدبیر و تامل کرے تو وہ حکمت کے بیش بہا گوہروں کو موجود پائے گا۔

یہ جو آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں محرم و نامحرم کے مسائل اور مرد و عورت کے الگ الگ ہونے پر اتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے یہ دقیانوسی اور فرسودہ باتیں نہیں ہیں کہ جو انسان کو پتھر کے زمانے کی طرف ماضی میں لے جائیں۔ یہ باتیں دراصل انسانی اور بشری مفاہیم کا اہم ترین حصہ ہیں۔ ان میں سب سے اہم ترین عنصر یہ ہے کہ خاندان کی بنیادیں مستحکم ہوں۔ میاں بیوی کا آپس میں احساس و فاداری کرنا اور حسد سے پرہیز کرنا یہ بھی بہت اہم بات ہے۔

اسلام کا دیا ہوا حجاب، اسلام میں حرام کردہ نظریں اور اسلام کا ممنوع کیا ہوا میل جول اور طرز معاشرت اسی لیے ہے کہ آپ کا دل اور محبت ایک نکتے پر متمرکز ہو جائے۔ اسلام کے بیان کردہ حجاب، چہرے کو چھپانے اور مرد و عورت کے باہمی مخلوط طرز معاشرت کی نفی جیسی باتوں کو دیکھ کر کوتاہ نظر افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ظاہری سی باتیں ہیں، نہیں! حقیقتاً یہ بہت گہری اور عمیق باتیں ہیں۔ یہ باتیں اس لیے ہیں کہ خاندان اپنی جگہ قائم رہیں اور میانیوی کے دل ایک دوسرے سے جڑے اور گھرانے خوشحال اور مستحکم رہیں۔ ان احکام کی وجہ یہی ہے۔ یہ محرم ہے، وہ نامحرم ہے، فلاںکو نہ دیکھو، فلاں کے ساتھ میل جول اور نشست و برخاست نہ رکھو، فلاں سے ہاتھ نہ ملاؤ، فلاں کے سامنے نہ ہنسو، نامحرم کے سامنے زینت و آرائش نہ کرو اور خود کو دوسروں کے سامنے جلوہ نہ دو، اگر آپ اسلام کی بیان کردہ ان تمام باتوں اور فقہ و شریعت کے بیان کردہ ان تمام پروگراموں پر عمل پیرا ہوں تو آپ کا یہ چھوٹا سا گلشن ہرا بھرا رہے گا اور بلانیں اور آفتیں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔

میاں بیوی اس بات کا اچھی طرح احساس کریں کہ وہ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ان کا وجود ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے اور وہ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ بیوی ہرگز یہ محسوس نہیں کرتی کہ گھر اس کیلئے ایک جھنجھٹ اور اس کے ہاتھ کی زنجیر ہے۔ اسی طرح شوہر بھی یہ احساس نہیں کرتا کہ اس کا گھر اور بیوی اس کیلئے باعث زحمت ہیں۔

اسلام نے اس قدر جو تاکید کی ہے کہ نامحرم کیلئے اپنی آنکھوں کو بند رکھو، تمہاری آنکھیں کوئی بھی حرام چیز نہ دیکھیں تو یہ صرف اس لیے ہے کہ جب آنکھ کسی کو دیکھے گی تو آپ کی بیوی یا میاں کے پیار کا کچھ حصہ بھی اس کی طرف چلا جائے گا۔ (دیکھنے والا) خواہ مرد ہو یا عورت اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مرد کیلئے ایک اور طرح سے حکم ہے اور عورت کیلئے ایک اور طرح سے فرمان موجود ہے۔ جب پیار کم ہو گا تو محبت بھی کمزور ہو جائے گی اور جب محبت ضعیف ہوگی تو گھر کی بنیادیں بھی متزلزل ہو جائیں گی۔ اس وقت جو چیز آپ کیلئے لازمی و ضروری ہوگی وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور جو آپ کیلئے ضرور نقصان کا باعث ہوگی وہ آپ تک پہنچ جائے گی۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

ساتواں مرحلہ

آسانی اور چھوٹ دینا

الف: شادی بیاہ کی تقریبات میں شاہانہ تجمل اور اسراف

ب: مہر، خلوص و سچائی کی علامت یا لڑکی کی قیمت؟

ج: جہیز زندگی کی آسانی یا فخر و مباہات کا ذریعہ؟

درپچہ

ہم انسانوں کی زندگی میں سب سے بڑی جس آفت کا سب سے زیادہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے وہ ”کسی کام کو سخت بنا کر انجام“ دینا ہے۔

جب ایک کام کو آسانی سے انجام دیا جاسکتا ہے تو ہم اسے مشکل سے کیوں انجام دیتے ہیں؟ درحقیقت اس طرح خود کو اور دوسروں کو مشکل سے دوچار کر دیتے ہیں۔

خام خیالی، بے جا قسم کی فکر میں پڑنا اور کاموں کو بغیر کسی سبب کے طول دینا دراصل خود سختی کے جال میں پھنسانا ہے! ہم اپنی زندگی میں طبعی، فطری اور عام طور پر بہت سی مشکلات میں گرفتار ہیں۔ یہ کس قدر احمقانہ بات ہوگی کہ عقل و منطق کے اصول و قوانین کی عدم پابندی کے ذریعے ہم اپنے کاموں کو پہلے سے زیادہ مشکل بنا دیں!

تمام افراد تھوڑے سے غور و فکر سے یہ بات اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ کسی بھی کام کو سنجیدگی، توجہ، مستحکم، منظم اور بہترین انداز سے انجام دینے اور اُسے پیچیدہ، سخت اور مشکل بنانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

کاموں کو مشکل بنا کر انجام دینا فرصت کو ختم کر دینا ہے، عمر کو برباد کرتا ہے اور

کامیابی کے امکان کو کم اور افسردگی و سرد مہری کو زیادہ کرتا ہے۔

اس کے ساتھ سرمائے کو نابود کر کے زندگی کو تلخ بناتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبت . ایسے افراد سے جو کاموں کو سخت بناتے اور سخت گیری سے پیش آتے ہیں، دوری اختیار کرتے ہوئے خود کو ان سے دور کرتے ہیں۔

”وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ“^(۱)۔

ہمارے معاشرے میں موجود بہت سے گھرانے اور خاندان اس خطرناک آفت و بیماری میں مبتلا ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے اہم مسائل روبہ زوال ہیں۔

ان جملہ مسائل میں سے ایک اہم اور تقدیر ساز مسئلہ شادی ہے۔

آداب و رسومات کی بجا آوری اور آبرومندی، اسٹیٹس، معاشرتی حیثیت اور ناک کا مسئلہ بنانے اور دو لہا دلہن کی شان و شوکت کو بڑھانے کے بہانے سے ہم نے زندگی کے ان یادگار اور شیریں لمحات کو ایک وحشتناک خواب میں تبدیل کر دیا ہے۔

اس تلخ اور کڑوی بیماری نے بہت سے نوجوانوں کو اپنی زندگی اور گھر بسانے سے ناامید کر دیا ہے، جبکہ بہت سے دوسروں کو ان کی مشترکہ زندگی کی ابتدا میں ہی بہت سی مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔

بہت سے گھرانے اپنی اولاد کی شادی کی عمر نزدیک آنے پر خوشی و سرور کے بجائے اضطراب و پریشانی کا اظہار کرتے ہیں۔

غیر شادی شدہ رہنے کی طولانی مدت اور شادی میں تاخیر سے پیدا ہونے والی ثقافتی، تربیتی اور اخلاقی مشکلات ناقابل شمار ہیں۔ جہیز کی لعنت کے نتیجے میں ایک مشقت اور دوسروں کی زندگی نے

۱ سورہ ص آیت ۸۶۔ ”اور میں نہ بناوٹ کرنے (اور نہ غلط بیان کرنے) والا ہوں“۔

دونوجوانوں کی زندگی کی شیرینی کو تلخی میں تبدیل کر دیا ہے۔

اس اجتماعی اور معاشرتی بیماری میں ہم سب برابر شریک ہیں، لیکن ہم سب میں سے ان تمام مسائل کو مشکل بنانے والے خاندان، خدا کے سامنے سب سے زیادہ جوابدہ ہیں۔

لہذا اس اجتماعی مشکل کو برطرف کرنے کے لیے ہم سب کو میدان عمل میں آنا ہوگا تاکہ اس خدائی حکم اور آسمانی رشتے اور جاہلیت کو قید و بند سے نجات دیں اور نوجوانوں کیلئے زندگی کے راستے کو ہموار کریں۔

ان جاہلانہ رسوم و آداب اور احمقانہ روش اور طرز فکر کے منحوس اثرات کو اس فطری ناموس اور اسلامی سنت میں جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔

اپنے ہمسفر (میاں یا بیوی) کے انتخاب میں ہم نے لڑکے لڑکی کے کفو اور ہم پلہ ہونے میں دین، تقویٰ اور اخلاق کی جگہ بہت سی عجیب و غریب شرائط کو داخل کر دیا ہے!

مہر، جو انسان کی سچائی و صداقت کیلئے ہدیہ ہے اور سنت نبوی . میں جس کے مال و دولت ہونے کی فکر پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے

بلکہ جس کے کم ہونے کو دلہن کے نیک قدم اور اچھے شگون کی علامت قرار دیا گیا ہے، کو لڑکیوں کی قیمت میں تبدیل کر دیا ہے! جہیز نے جو والدین کی اپنی اولاد سے محبت و دوستی کی نشانی اور ان کی مشترکہ ازدواجی زندگی کے آغاز کو سہل اور آسان بنانے کا وسیلہ ہے، ان کی زندگی کی راہ کی رکاوٹ اور خاندانوں کیلئے ایک بڑی مصیبت بنا دی ہے! شادی، بارات اور ویسے کے جوڑوں اور دیگر چیزوں کی خریداری اور شاپنگ کے نام پر لمبے چوڑے خرچوں کو نوجوانوں اور ان کے گھروالوں پر تھونپ دیا ہے۔

شادی بیاہ اور ویسے کی تقریبات جو دو خاندانوں کی خوشی اور سرور کا ذریعہ ہیں، کے لیے فضول خرچی، اسراف اور زبردستی کے خرچوں کی اس قدر کڑی شرط لگا دی گئی ہیں کہ ان شادیوں کے پیچھے اشکبار آنکھیں اور غم کے دریا میں ڈوبے ہوئے دل نظر آ رہے ہیں۔

توجہ فرمائیے کہ جس چیز میں خدا اور اس کے رسول . کی مرضی و خوشی ہے اور اُس چیز میں جسے ہم انجام دیتے ہیں، کتنا زیادہ فاصلہ ہے؟

ہمیں صدق دل سے اعتراف کرنا چاہیے کہ آسان اور سادی شادی کیلئے شریعت نے جتنی تاکید کی ہے ہم نے اس کے مقابلے میں اسے مشکل بنانے میں ہی قدم اٹھایا ہے۔

جھوٹی حیثیت آبرو اور اسٹیٹس کی یہ دوڑ نجانے کب ختم ہوگی؟ اس معاشرتی انحراف اور ناسور کی تدبیر و دوا کئے لیے ہم ”اُس کی محفل میں آئے ہیں۔“

وہ اپنی حکیمانہ نظروں سے درد کو بھی پہچانتا ہے اور شفا کیلئے اپنا طبیبانہ نسخہ بھی دیتا ہے، مصلحانہ انداز میں نصیحت بھی کرتا ہے اور ہم سب کو رسول . اکرم اور علیوفاطمہ کی سیرت کی طرف دعوت بھی دیتا ہے۔

الف: شادی بیاہ کی تقریبات میں شاہانہ تجمل اور اسراف

اسلامی شادی کی سادہ مگر پر رونق محفل

اگر آپ مختلف اقوام عالم میں شادی کی تقریبات کو ملاحظہ کریں تو آپ اسلام میں شادی کی تقریب کو سادہ پائیں گے۔ البتہ جشن و سرور اور خوشی منانے اور اس کے اظہار کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے ذاتی میل اور شوق کی بنا پر جتنا چاہے خوشی و مسرت کا اظہار کرے لیکن یہ سب شادی کی دینی تقریبات اور دین کا حصہ نہیں ہے۔ جو بھی چاہے وہ یہ کام انجام دے سکتا ہے اور جو نہ چاہے وہ انجام نہ دے مثلاً وہ حتماً ایک معبد و عبادت خانے (گر جگھر) میں جا کر کسی کے سامنے دو زانو ہو کر فلاں فلاں کام انجام دیں۔ وہ تمام مراسم اور رسومات جو دوسری قوموں میں موجود ہیں اسلام میں نہیں ہیں۔

اسلام میں صرف ایک شرعی صیغہ (نکاح) ہے کہ جسے پڑھنا چاہیے۔ البتہ اسلام میں مختلف معاملات اور لین دین کہ جن کی اہمیت شادی سے کم ہے، میں ہم گواہ بناتے ہیں۔ اب تو باقاعدہ نکاح رجسٹر انکاح نامے کو رجسٹر ڈکرتا ہے، رجسٹر ڈکرانے کے اپنے دفاتر ہیں اور اس کام میں کسی قسم کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، دکھاوے اور فضول خرچی کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگ بہت آسانی اور بغیر اسراف و فضول خرچی کے شادی کا یہ مقدس کام انجام دے سکتے ہیں۔

اسلامی نکاح یا جاہلی نکاح

شریعت نے شادی سے زمانہ جاہلیت کی قید و شرط کو ہٹا کر اسے ایک نئی فکر، شرائط اور خاص طریقہ کار عطا کیا ہے۔ اگر ہم کوئی ایسا کام کریں کہ ہماری شادی کی تقریبات اسلام کی دور کردہ چیزوں سے پاک اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ کار سے آراستہ ہوں تو ہماری یہ شادیاں اسلامی کہلائیں گی اور نکاح بھی پیغمبر اسلام کی خوشنودی کے مطابق انجام پائے گا۔ لیکن خدا نخواستہ اگر ہم نے اسلام کی طرف سے ممنوع شدہ اور زمانہ جاہلیت کی رسومات کو اپنی شادی میں جگہ دی تو اس وقت ہمارا نکاح اور تقریبات جاہلانہ کہلائیں گی۔

ہم مسلمان ہیں اور ہمارا نام بھی مسلمان ہے لیکن ہمارا کام غیر اسلامی اور جاہلانہ ہوگا۔ یا اگر وہ چیزیں کہ اسلام نے شادی میں جن کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، خیال نہ رکھیں تو اس وقت بھی ہماری شادی کامل طور پر اسلامی نہیں ہوگی۔ اگر شادی اسلامی طریقے سے انجام پائے یعنی قرآن اور اسلام کی بیان کردہ روش کے مطابق تو زندگی بھی شیریں ہوگی اور میاں بیوی اچھی زندگی گزاریں گے۔

شادی کو آسان بنائیں، خدا آپ کی مدد کرے گا

جب بھی شادی کی بات ہوتی ہے تو نوجوان یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ابھی شادی کریں تو گھر اور کام کیلئے کیا کریں گے؟ یہ وہی شرائط اور پابندیاں ہیں کہ جو ہمیشہ اصلی اور بنیادی کاموں کا راستہ روکتی ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ”إِنَّ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُعْنِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ“ (اگر وہ فقیر و ضرورت مند ہوں گے تو خدا انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا) یعنی خداوند عالم ان کی مدد کرے گا۔ آپ شادی کریں۔

جو لوگ (فقر کے خوف کو شادی کی راہ میں رکاوٹ بننے سے روکتے ہوئے) شادی کرتے ہیں تو یہ شادی ان کی معیشت میں کسی خاص مشکل کا سبب نہیں بنتی ہے بلکہ اس کے برعکس خدا انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی بھی کرتا ہے۔ جی ہاں یہ خداوند عالم کا قول ہے! لیکن ہم اپنے لیے ایک کی جگہ دس غیر ضروری خرچ کرتے ہیں، زندگی کے غیر ضروری اور اضافی خرچوں کو بڑھاتے ہیں اور جھوٹی ضرورتوں کو وجود میں لاتے ہیں۔

جی ہاں جب یہ ہوگا تو مشکل تو پیش آئے گی۔ غلطی کس کی ہے؟ پہلے درجے پر غلطی اہل ثروت اور متمول افراد کی ہے، وہ افراد جو زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند ہوں، جو سطح زندگی کو اوپر لے جاتے ہیں، خواہشات، توقع، امیدوں، جھوٹی آرزوؤں اور غیر ضروری حاجتوں کی سطح کو بلند کرتے ہیں۔ اس کے بعد بعض اعلیٰ حکام کی غلطی ہے کہ جن کو آکر عوام کے سامنے ان چیزوں کیلئے بولنا اور آسان شادی کے وسائل فراہم کرنا چاہیے لیکن وہ یہ کام انجام نہیں دیتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہنا چاہتے ہیں کہ نوجوانوں اور ان کی شادی کی نسبت حکومتوں کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ لیکن ایک اسلامی معاشرے میں اس چیز کو رواج پانا چاہیے کہ شادی ایک ضرورت ہے اور اسے صحیح وقت پر اپنی سادگی کے ساتھ انجام پانا چاہیے۔

یہ جو لڑکیاں کہتی ہیں کہ ہم ابھی شادی کیلئے تیار نہیں ہوئے ہیں یا لڑکے جو یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ شادی ابھی ہمارے بس کی بات نہیں، ان کی یہ باتیں کوئی معقول اور منطقی نہیں ہیں۔ زندگی کے بہت سے مسائل میں ہم دیکھتے ہیں نوجوان آمادہ ہیں، ان کی وضع زندگی بھی اچھی ہے۔ وہ خود بھی اچھے ہیں اور مسائل کو اچھی طرح سمجھتے اور درک کرتے ہیں۔ لیکن سمجھنا چاہیے کہ رشتہ ازواج میں منسلک ہونا دراصل ایک قسم کا عہد و پیمانہ اور ذمہ داری ہے ۱۔ انسان کی ذمہ داری کو قبول نہ کرنے کی یہ عادت اس کام کی انجام دہی میں تھوڑی بہت رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اظہارِ خوشی اور مہمانوں کی دعوت، درست مگر اسراف نہ ہو!

عیاشی، شاہانہ خرچ، فضول خرچی اور اسراف ایک معاشرے کیلئے مضر اور نقصان دہ ہیں۔ وہ لوگ جو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور فضول خرچی کی مخالفت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ زندگی کی لذتوں اور خوشیوں سے بے خبر ہیں۔ نہیں! بلکہ وہ ان کاموں کو معاشرے کیلئے نقصان دہ جانتے ہیں بالکل ایک مضر دوا یا فاسد خوراک کی مانند۔ بیش از حد خرچے اور تصنع و تجملات معاشرے کو

نقصان پہنچاتے ہیں لیکن اگر یہ معقول و مناسب حد پر رہیں تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ لیکن اگر انہی چیزوں میں دوڑ شروع ہو جائے اور ایک دوسرے پر سبقت لینے کا خیال ذہن میں آئے تو یہ اپنی حد سے تجاوز کر کے آگے بڑھ جائے گا۔

۱۔ جب آپ کہیں نوکری کرتے ہیں خواہ وہ حکومتی محکمہ ہو یا پرائیوٹ ادارہ تو آپ کے اس ادارے میں ایک مقام پوسٹ کی مناسبت سے آپ کی تنخواہ مقرر کی جاتی ہے لیکن جب آپ کو اعلیٰ درجے کیلئے ترقی دی جاتی ہے تو آپ کی تنخواہ بھی بڑھتی ہے، الاؤنس میں بھی اضافہ ہوتا ہے، گاڑی بھی ملتی ہے اور پی آر بھی بڑھتی ہے لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ آپ کی ذمہ داری بھی بڑھتی ہے اور آپ کے ماتحت افراد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنی ترقی سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن کیا آپ اس ذمہ داری سے پہلو تہی کرنے کی وجہ سے تنخواہ، تمام الاؤنس اور دیگر مراعات سے صرف نظر کریں گے؟ ہرگز نہیں آپ عہدے کی ترقی کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح شادی میں بھی انسان کو بہت سی سہولیات ملتی ہیں لیکن ساتھ ہی ذمہ داری بھی بڑھتی ہے۔ اب آپ کے ساتھ آپ کی بیوی اور آپ کا چھوٹا سا خاندان بھی ہوتا ہے۔ (مترجم)

کچھ لوگ ہیں کہ جو (غذا میں) اسراف کرتے ہیں، اسے پھینکتے اور گمواتے ہیں۔ آج کے موجودہ زمانے میں جبکہ بہت سے فقیر ہمارے معاشرے میں ہیں اور بہت سے ایسے افراد بھی ہیں کہ جو زندگی کی بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں، یہ کام سراسر اسراف و فضول خرچی ہے، اپنی حد سے بہت زیادہ ہے اور بے بنیاد بھی۔ جو بھی یہ کام کرے گا برا کرے گا۔

کچھ لوگ ہیں کہ جو انہی کاموں سے ثواب حاصل کرنے کے بجائے گناہ و عذاب حاصل کرتے ہیں۔ حرام کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ محرم و نامحرم اور دیگر مسائل کا خیال نہ رکھا جائے، صحیح ہے کہ یہ بھی حرام کام ہیں لیکن بیش از حد خرچ کرنا اور فضول خرچی کرنا بھی حرام ہے، زندگی کی سہولیات سے محروم اور تہی دست افراد کی دل آزاری بھی بہت سے موارد میں حرام ہے۔ اسی طرح بیٹی کے جہیز کو بنانے میں حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنا اور ان وسائل میں افراط سے کام لینا بھی حرام ہے۔

میں ان لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہوں کہ جو شادی کی تقریبات اور اس سے مربوط مسائل میں اسراف و فضول خرچی سے دوسروں کے لیے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرتے ہیں۔ ہم خوشی کے اظہار، جشن منانے اور مہمانوں کی دعوت کرنے کی حمایت کرتے ہیں لیکن ان سب میں اسراف و فضول خرچی کے مخالف ہیں۔

بہت سے ایسے لڑکے لڑکیاں ہیں جو اہل ثروت کی عیاشیوں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے اپنے پاس زندگی کے وسائل میں کمی، حزن و غم اور ایک قسم کی ملامت کا احساس کرتے ہیں اور ان میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے۔

یہ بڑے بڑے ہوٹل اور شادی ہال شادی کو شیریں نہیں بناتے

ان بڑے بڑے اور پُر خرچ ہوٹلوں، شادی ہالوں اور فضول خرچی والی تقریبات کو چھوڑ دیجئے۔ ممکن ہے کہ کوئی کسی شادی ہال میں سادہ سی شادی کی تقریب منعقد کرے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ شادی ہال میں کسی بھی صورت

میں شادی نہ کی جائے۔ چونکہ بعض گھروں میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی اور وہاں امکانات اور سہولیات بھی نہیں ہوتی ہیں (تو اس صورت میں شادی ہال کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) لیکن اسراف نہ کریں۔ شادی میں خوشی کا اظہار کرنا، مہمانوں کو دعوت دینا، رشتہ داروں، نزدیکی افراد اور دوستوں کو مدعو کرنا اچھی بات ہے لیکن اسراف کرنا برا ہے اور نہ ہی مسلمان قوم کے شان کے مطابق ہے۔

شادی، نکاح اور ولیہ کی تقریبات اور جشن و مسرت اچھی چیز ہے۔ حتیٰ کہ رسول ختمی مرتبت نے بھی اپنی صاحبزادی کی شادی کے موقع پر ایک محفل منعقد کیا، خوشی و مسرت کا اظہار کیا، لوگوں نے اشعار پڑھے، خواتین نے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔ لہذا آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ شادی کی تقریبات اور اس سے مربوط مسائل میں اسراف نہ ہو۔

ہمارے یہاں کی شادی، ولیمہ، مہندی اور چوتھی وغیرہ کی پُر خرچ محافل، اسراف و فضول خرچ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مہنگے ہوٹلوں اور گراں قیمت شادی ہالوں میں تقریبات منعقد کی جاتی ہیں، انواع و اقسام کے کھانوں، پھلوں اور میٹھے پر بہت زیادہ رقم صرف کی جاتی ہے، کھانے زمین پر گرتے ہیں، کوڑے میں پھینکا جاتا ہے اور یوں غذا ضائع ہوتی ہے۔ کس لیے؟ صرف حیثیت، آبرو اور اسٹیٹس دکھانے کے لیے؟! صرف اس لیے کہ اسراف کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائیں؟!

فضول خرچی نہ کریں۔ اگر آپ نے فضول خرچی کی تو نہ صرف یہ کہ آپ نے خود کو نقصان پہنچایا بلکہ لوگوں کو بھی نقصان سے دوچار کیا۔ آپ نے اپنے نوجوانوں لڑکے لڑکیوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا بھی گلا گھونٹا اور رسول اکرم کی نگاہوں میں خود کو بے آبرو کیا اور آپ نے اپنے اس کام سے خود کو امام زمانہ کی نظروں سے بھی گرا دیا۔ آپ کی فضول خرچی اور اسراف، خلاف شریعت کام حساب کیا جائے گا۔

ایک اچھی شادی وہ نہیں ہے کہ جس میں رویہ پانی کی طرح بہایا جائے بلکہ ایک اچھی شادی وہ ہے جو بناوٹ، ریا اور تصنع کے بغیر انجام پائے۔ جب ایک شادی میں ان تمام امور کا خیال رکھا جائے گا تو وہ شادی اچھی ہوگی خواہ وہ ایک مختصر سی محفل ہی کیوں نہ ہو۔ گھر کے ایک دو کمروں میں عزیز واقارب، ملنے جلنے والے اور دوست جمع ہوں تو یہ شادی اچھی شادی ہے۔ مہنگے ہوٹلوں اور پُر خرچ شادی ہالوں میں لمبی لمبی دعوتیں، لمبے لمبے دسترخوان پر چُنے ہوئے انواع و اقسام کے کھانے، مہنگے ترین امکانات و وسائل اور لمبے خرچے پانی، ان میں سے کوئی بھی چیز شادی سے مناسبت نہیں رکھتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ چیزیں شادی (نکاح) کو باطل کر دیتی ہے۔ نہیں! شادی اپنی جگہ صحیح کہلانے گی لیکن یہ تمام چیزیں زندگی اور معاشرے کے ماحول کو خراب اور کڑوا بنا دیتی ہیں۔

گزشتہ زمانے میں یہ بڑے بڑے شادی ہال نہیں تھے اور نہ ہی ان چیزوں کا کوئی وجود تھا۔ ایک دو کمروں میں محفل منعقد کرتے تھے، مہمان آتے تھے اور ان کی پذیرائی ہوتی تھی۔ کیا اس زمانے کی شادیاں آج سے زیادہ بے برکت و بے رونق تھیں؟ کیا لڑکیوں

کی عزتیں آج کے زمانے سے کمتر تھیں کہ شادیوں کو رونق بخشنے اور لڑکیوں کی عزت و آبرو بڑھانے کیلئے بڑے بڑے ہالوں میں جائیں۔

ٹھیک ہے بذات خود بڑے شادی ہالوں میں (مہمانوں کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے) شادی کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے، میں ان شادی ہالوں کی مخالفت نہیں کرتا ہوں لیکن ان سب فضول خرچیوں، اسراف، شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، تجمل اور ریا کا مخالف ہوں۔ لیکن اب کچھ لوگ ہوٹل میں جا کر شادی کریں تو یہ کام غلط ہے اور شادی ہالوں کی موجودگی میں اس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

آپ شادی کی تقریبات کو جتنا مختصر اور سادہ منعقد کریں گے اتنا ہی بہتر ہے۔ آپ اپنے اس فعل سے غریب، تہی دست اور نادار افراد کی ہمت افزائی کیجئے اور ان کیلئے راہ ہموار کریں تاکہ وہ مایوس نہ ہوں۔

بعض حکام کی غلطی

یہ تو معلوم ہو گیا کہ بڑے ہوٹلوں اور فضول خرچی والی تقاریب، دعوتیں اور شادیاں نہ تو اہل علم کی شان کے مناسب ہیں اور نہ ہی پرہیزگار اور مومن افراد کی شان و مقام کے۔ یہ سب طاغوتی اور شاہی دور کی چیزیں ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض افراد آج بھی غلطی کر رہے ہیں۔ چونکہ شاہ کے دور میں اعلیٰ حکام اور بڑے بڑے افراد ایسا کرتے تھے اور آج یہ بھی بڑے بن گئے ہیں لہذا سوچتے ہیں کہ ہمیں بھی یہ کام کرنے چاہئیں۔ نہیں جناب، وہ لوگ طاغوتی تھے اور اہل دنیا تھے اور ہمارا تعلق علما سے ہے اور جو لوگ عالم دین نہیں ہیں وہ دیندار ہیں۔ ہماری زندگی بھی دوسری طرح کی ہے اور عمل بھی، ہماری منش و طبیعت بھی دوسری طرح کی ہے اور اخلاق بھی۔ ہمارا ہدف بھی ان سے بالکل مختلف ہے اور نہ ہی ہمیں ان کی تقلید کرنی چاہیے۔ ہمیں ایسا کام کرنا چاہیے کہ لوگ ہماری پیروی کریں۔

یہ عزت و آبرو نہیں ہے!

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بڑے بڑے ہوٹلوں اور پُر خرچ شادی ہالوں میں شادی کی تقریبات منعقد کرنا، شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور اسراف دو لہا دلہن کی سر بلندی اور عزت و شرف کا باعث بنتا ہے! دو لہا دلہن کی عزت و سر بلندی ان کی انسانیت، تقویٰ، پاکدامنی، اور ان کی نظروں کی بلندی ہے ناکہ یہ چیزیں۔

جان لیں کہ شادی کو سادہ بنانا خواہ مہر کی رقم ہو، جہیز ہو یا بارات و ولیمے کی تقریب، باعث ننگ و شرم نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم اپنی بچی کی شادی سادہ کریں گے تو ہماری بیٹی کا سر شرم سے جھک جائے گا، نہیں! یہ آپ کی غلطی ہے۔

ہم تہی دست اور نادار افراد کو نصیحت کرتے ہیں کہ قرض لینے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پیر نہ ماریں، صرف اس لیے کہ اپنی عزت و آبرو کو محفوظ رکھیں! عزت و آبرو کیا ہے؟ کیا یہی ہے عزت و آبرو؟! اگر ہم آنکھیں کھول کر حقیقت کو دیکھیں تو یہ عزت نہیں ہے۔ کچھ لوگ ہیں کہ جو قرض دار بنتے ہیں تاکہ معاشرے میں آبرو مند رہیں! یہ کام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

فضول خرچی کرنے والوں کا حساب کتاب بہت سخت ہے

میں ملک کے تمام لوگوں کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ شادی کو آسان بنائیں۔ بعض لوگ ہیں کہ جو شادی کو مشکل بناتے ہیں۔ مہر کی بڑی بڑی رقمیں اور جہیز کی لمبی لمبی لسٹیں ہی شادی کو مشکل بناتی ہیں۔ لڑکے کے گھر والے ایک زبردست قسم کے جہیز کی توقع کیوں رکھیں؟ لڑکی کے گھر والے، رسم و رواج اور فضول خرچی کی دوڑ میں آگے نکلنے کے لیے زیادہ جہیز کیوں دیں؟ اور شادی کی تقریب کو رنگین بنانے کے لیے فضول خرچی کیوں کریں؟ آخر ان سب کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکے بغیر شادی کے زندگی گزاریں اور لڑکیاں گھروں میں ہی بیٹھی رہیں اور کسی میں اس بات کی جرأت نہیں ہوگی کہ وہ شادی کا خیال بھی کرے۔

وہ لوگ جو فضول خرچی اور اسراف کے ذریعے شادی کرتے ہیں کیا ان لوگوں سے زیادہ خوش قسمت ہیں کہ جو سادہ طریقے سے شادی کرتے ہیں؟ کون ہے کہ جو ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟ یہ کام صرف کچھ نوجوان لڑکے لڑکیوں کی آرزوؤں کا گلا گھونٹنے، ان کی زندگی کو تلخ بنانے کے علاوہ کچھ اور نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ لوگ اگر اس طرح شادی نہیں کر سکے تو یہ حسرت ان کے دل میں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گی یا وہ شادی ہی نہیں کر سکیں گے۔ چاہیں گے کہ ہم لڑکی کو دلہن بنا کر گھر لائیں لیکن جب اس کے خالی ہاتھوں کو دیکھیں گے تو یہ ان کی حسرت بن جائے گی اور لڑکی گھر میں ہی بیٹھی رہ جائے گی اور یوں یونیورسٹی کے طالب علم، مزدور یا معمولی تجارت اور دکان والے یونہی غیر شادی شدہ رہیں گے۔

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جو لوگ اسراف والی تقریبات، مہر کی بڑی بڑی رقموں اور جہیز کی لمبی لمبی لسٹوں سے اس امر مقدس کو دوسروں کے لیے مشکل بناتے ہیں تو خداوند عالم ان کا بہت سخت حساب لے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہ کہیں کہ جناب عالی ہمارے پاس دولت ہے اور ہم جو چاہیں کریں گے۔ یہ سب غلط باتیں ہیں۔ مال و دولت ہونا تو اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ دوسروں کی دل آزاری کریں اور ان کی خواہشات کا گلا گھونٹیں!

کیا یہ بات درست ہے کہ جب انسان کے پاس مال و دولت ہو تو وہ ایسا قدم اٹھائے کہ دوسرے وہ کام انجام نہ دے سکیں؟ نوجوانوں میں اس بات کی جرأت نہ ہو کہ وہ شادی کے لیے اقدامات کریں؟ ایسا کوئی کام نہیں ہونا چاہیے کہ جس کی وجہ سے نادار اور تہی دست افراد، وہ لوگ جن کا ان تمام باتوں کیلئے دل راضی نہیں ہوتا، جن کی فکریں اس فضول خرچی کے خلاف ہیں اور وہ یہ قصد نہیں رکھتے یہ تمام لوگ شادی نہ کر سکیں۔

بیکار زحمت و مشقت

اسراف، فضول خرچی اور دیگر کاموں کو انجام نہ دیجئے، اس فضول خرچی میں آپ کی بھلائی نہیں ہے اور خدا بھی اس کام سے راضی نہیں ہے۔ آپ خود کو ایک بیکار قسم کی زحمت و مشقت میں ڈال رہے ہیں۔ اس تمام فضول خرچی کے عوض اس کا دسواں حصہ اگر ایک فقیر اور مستحق فرد کو دیں تو گویا آپ نے تمام عالم کے برابر ثواب حاصل کیا۔ کیا یہ لوگ دیوانے ہیں کہ جو بغیر اجر و ثواب اور رضائے الہی کے اتنی فضول خرچی کرتے ہیں؟ حتیٰ کہ لوگ بھی ان سے خوش نہیں ہیں۔ ایسے فضول خرچ افراد سے لوگ بھی راضی نہیں ہیں۔ آپ صرف خدا کو راضی کیجئے۔

اسراف بالفرض اگر گناہ نہیں تو ثواب بھی نہیں

اگر آپ فلاں ہوٹل میں دعوت کریں اسراف کریں اور نئے نئے قسم کے پھل لے کر آئیں تو کیا آپ کی محفل میں کوئی رونق اور برکت آجائے گی؟ البتہ ایسی مہمانی اور دعوت کا خدا کے یہاں کوئی اجر نہیں ہے۔ جان لیجئے کہ اس کا رتی برابر ثواب نہیں ہے۔ اسراف کرنا اگر گناہ نہ ہو کہ البتہ گناہ ہے بالفرض کسی ایک صورت میں اگر گناہ نہ ہو تو بھی ثواب نہیں ہے۔ آپ اپنے اس فعل سے سینکڑوں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو شادی کی دعوت دینے سے محروم کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے فعل کو دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کا مقابلہ کریں لیکن وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتے اور یوں شادی کا مقدس امر تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے۔

آل رسول کی تقلید کریں

عالم ہستی کی سب سے بہترین دختر اور دلہن حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔ اس طرح اس عالم کی سب سے بہترین شخصیت اور داماد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ آپ یہ دیکھئے کہ انہوں نے کیسے شادی کی؟ ہزاروں خوبصورت، اچھے حسب و نسب، صحت مند اور محبوب نوجوان امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کے ایک بال کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح ہزاروں نوجوان خوبصورت و زیبا اور بہترین حسب و نسب والی لڑکیاں بھی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ایک بال کی برابری بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ افراد خداوند عالم کی بارگاہ میں عرفان و قرب الہی کے بلند و بالا مقامات کے حامل ہیں اور ان کا شمار اپنے زمانے کی بڑی عظیم شخصیات میں ہوتا تھا۔

حضرت فاطمہ تو حضرت ختمی مرتبت کی صاحبزادی تھیں کہ جو پوری اسلامی دنیا کے سربراہ اور حاکم مطلق تھے جبکہ حضرت علیسپاہ اسلام کے پہلے نمبر کے سردار تھے۔ آپ توجہ کیجئے کہ انہوں نے کیسے شادی کی؟ کتنا کم مہر اور کتنا کم جہیز اور خدا کے نام اور

اس کی یاد و ذکر کے ساتھ ان کی زندگی کی ابتدا ہوئی۔ یہ ہمارے لیے بہترین مثال اور اسوہ ہیں۔ اسی زمانے میں بہت سے ایسے جاہل افراد تھے کہ جن کی بیٹیوں کے مہر کی رقم بہت زیادہ تھی۔ مثلاً ایک ہزار اونٹ^(۱)۔ کیا ان لڑکیوں کا مقام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے زیادہ اونچا تھا؟ آپ ان کی تقلید کرنے کے بجائے دخترِ پیغمبر کی تقلید و پیروی کریں اور امیر المؤمنین کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دیں۔

دلہن کے لیے کرائے کا لباس!

بعض لوگ ہیں کہ جو دلہن کا بہت مہنگا لباس خریدتے ہیں آخر کیوں؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ بہت سے لوگ جو دلہن کے لیے لباس بنوانا چاہتے ہیں وہ دلہن کے لیے کرائے پر لباس لے کر آتے ہیں۔ اس میں کیا حرج ہے؟ کیا یہ شرم و عیب کی بات ہے؟ ہر گز نہیں! اس میں ننگ و عیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی چیز مانع ہے۔

بعض لوگ اس چیز کو اپنے لیے عیب تصور کرتے ہیں۔ انسان کے لیے ننگ و شرم تو یہ ہے کہ وہ ایک خطرہ رقم خرچ کر کے ایک چیز خریدے اور ایک بار استعمال کرنے کے بعد اسے دور پھینک دے۔^(۲) صرف ایک بار استعمال کرنے کیلئے اتنی زیادہ رقم! اور وہ بھی اس معاشرے میں جہاں بعض لوگوں کے پیٹ بھرے ہیں اور بعض حقیقتاً نیاز مند اور مستحق بھی موجود ہیں۔

ب: مہر، خلوص و سچائی کی علامت ہے یا لڑکی کی قیمت؟

پیغمبر نے زمانہ جاہلیت میں مہر کی رسم کو توڑ دیا

وہ شخصیت جو خود مہر کو بتانے والی ہے، نبی اکرم کی شخصیت ہے کہ جو تمام کائنات میں سب سے بلند مقام پر فائز ہیں اور ان کی عزیز اور پاک و پاکیزہ بیٹی جو اولین و آخرین کی خواتین میں سب سے زیادہ بلند مقام کی مالک ہے اور ان کے شوہر حضرت امیر المومنین ہیں کہ حضرت ختمی مرتبت کے بعد از ازل تا ابد جمیع خلائق سے بہتر و برتر ہیں۔ ان دونوں جوانوں کیلئے جو خوبصورت و وجہ بھی تھے، صاحب مقام، محترم اور شہر مدینہ کی سب سے بڑی اور عظیم شخصیت کے بھی مالک تھے، دیکھئے پیغمبر نے ان دونوں کے لیے کتنا مہر رکھا تھا؟

پیغمبر اسلام آئے اور انہوں نے ان تمام قیود و شرائط اور رسم و رواج کو پامال کر دیا، اس لیے کہ یہ شادی کی راہ میں مانع ہیں اور یہ چیزیں نوجوان لڑکوں کی شادی میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ دو۔ شادی کی ابتدا آسان ہے اور شادی مادی لحاظ سے بہت سہل و آسان بنائی گئی ہے۔ جو چیز شادی میں اہمیت کے قابل ہے وہ بشری اور انسانی احساسات اور پہلوؤں کا خیال رکھنا ہے۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ اُس زمانے میں مہر کی بڑی بڑی رقموں یا بڑے جہیز کا کوئی تصور نہیں تھا، کیوں نہیں تھا؟ اُس زمانے میں بھی بعض بے عقل افراد آج کے عقل سے پیدل افراد کی مانند تھے۔ مثلاً دس لاکھ مثقال سونے کو اپنی بیٹیوں کا مہر قرار دیں بالکل آج کے بعض بے وقوف افراد کی مانند۔ یہ بڑے بڑے خرچے دراصل جاہلوں کے کام ہیں۔ اسلام نے اگر ان تمام چیزوں کو روند ڈالا۔ بیٹی کا مہر رکھنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ پیغمبر نہیں جانتے تھے کہ یہ کہیں کہ میری بیٹی کا مہر سرخ رنگ کے بالوں والے ایک ہزار اونٹ اور وہ بھی فلاں شرائط کے ساتھ۔ وہ ایسا کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اسلام نے ان تمام جاہلانہ رسم و رواج پر خطِ باطل کھینچ دیا ہے۔

مَہْرُ السُّنَّةِ يَاشْرَعِي مَہْر

مہر کی بڑی بڑی رقموں کا تعلق زمانہ جاہلیت سے ہے اور پیغمبر اسلام نے اگر ان سب کو منسوخ کر دیا۔ پیغمبر اکرم نے ایک متمول گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور ان کے خاندان کا شمار قریش کے تقریباً سب سے زیادہ اہل ثروت اور متمول خاندانوں میں ہوتا ہے۔ وہ خود بھی اسلامی معاشرے کے رہبر اور حاکم تھے۔ تو اس بات میں کیا مضائقہ تھا کہ ان کی بہترین بیٹی اس عالم کی تمام خواتین سے زیادہ بہتر ہے اور خداوند عالم نے انہیں مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ میں سے سَيِّدَةُ النَّسَائِ الْعَالَمِينَ بنایا ہے۔ اس عالم ہستی کے سب سے بہترین نوجوان سے جو مولائے متقیان ہیں، شادی کرے اور ان کا مہر زیادہ ہو؟! رسول اکرم کیوں آگے بڑھے اور مہر کی رقم کو کم قرار دیا کہ جسے مَہْرُ السُّنَّةِ يَاشْرَعِي مَہْر کہا جاتا ہے۔

میری فکر کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے جہیز اور مہر میں اس قدر سادگی کا خیال رکھا گیا تھا کہ تمام اہل بیت اس کم مہر یعنی ”مَہْرُ السُّنَّةِ“ کے مقید و پابند تھے۔ جبکہ وہ سب یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سنتی مہر سے زیادہ مہر رکھنا جائز ہے لیکن انہوں نے اس مقدار کی پابندی کی۔ اس میں علامتی پہلو تھا۔ اس لیے کہ لوگوں میں ایک فکر رائج ہو سکے تاکہ اس پر عمل کر سکیں اور وہ مہر میں اضافے سے جنم لینے والی مشکلات میں گرفتار نہ ہوں۔

۱ ایران میں آجکل زیادہ تر مہر میں سونے کا سکہ رکھا جاتا ہے۔ جسے سکہ بہار آزادی کہا جاتا ہے اور جس کی قیمت تقریباً ۷۳۰۰ روپے ہے۔ ایران کے دیندار گھرانے چہارہ معصوم کے نام پر ۱۴ سکہ مہر رکھتے ہیں تاکہ ۱۴ کا ہندسہ بابرکت ہو۔ رہبر عالیقدر نے یہ فرمایا تھا کہ جس کا مہر ۱۴ سکوں سے زیادہ ہوگا اس کا نکاح نہیں پڑھائیں گے۔ دراصل یہ کم مہر کو رائج کرنے اور مہر کی بڑی بڑی رقموں کو توڑنے کا ایک نفسیاتی حربہ ہے۔ ۱۴ چودہ سکوں کی رقم آجکل تقریباً ۱۰۲۲۰۰ روپے بنتی ہے۔ جو ایرانی معاشرے میں مناسب رقم ہے۔ ہمارے معاشرے میں چہارہ معصوم کے نام پر چودہ ہزار روپے مہر کیلئے رکھے جاتے ہیں اور ہمارے یہاں اسے چہارہ معصوم کی برکت کی وجہ سے شرعی مہر کہا جاتا ہے جبکہ اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مترجم)

۱۴ کے ہندسے پر اصرار کیسا؟

یہ جو آپ سنتے ہیں کہ ہم نے کہا ہے کہ ہم چودہ سکوں^(۱) سے زیادہ مہر کا نکاح نہیں پڑھائیں گے۔ یہ اس لیے نہیں ہے کہ چودہ سکوں سے زیادہ کے مہر سے شادی میں کوئی عیب پیدا ہو جاتا ہے، نہیں۔ چودہ ہزار سکے بھی ہوں تب بھی شادی میں کوئی عیب اور شرعی اشکال نہیں ہوگا۔ صرف اس لیے کہ ہماری شادیوں میں مادی رنگ پر معنوی رنگ غلبہ حاصل کرے اور شادی ایک تجارت، اقتصادی معاملے اور مادی اشیاء کی خرید و فروخت نہ بنے۔ اگر آپ نے شادیوں میں سے یہ فضول خرچیاں کم کر دیں تو شادی کا معنوی پہلو خود بخود مضبوط ہو جائے گا۔

مہر کی رقم جتنی کم ہو شادی اپنی فطری صورت سے اتنا ہی نزدیک ہوگی کیونکہ شادی تجارتی معاملہ نہیں ہے شادی کسی چیز کی خرید و فروخت اور کسی چیز کو کرائے پر دینے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ دو انسانوں کا باہم مل کر زندگی کی تعمیر کرنا ہے اور اس کا مالی اور مادی مسائل سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبت نے مہر کی ایک مقدار معین کر دی ہے تاکہ سب کا مہر ایک جیسا ہو لیکن اُسے بہت زیادہ نہیں ہونا چاہیے مہر کی رقم ایسی ہو کہ معاشرے کے تمام طبقے اُسے اپنے لیے مقرر کر سکیں۔ شادی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل اہمیت ہے وہ دو انسانوں اور دو روحوں کا ملاپ اور زندگی کا یادگار ترین واقعہ ہے نہ کہ ایک مالی اور اقتصادی معاملہ۔ اگرچہ کہ شادی میں تھوڑی مقدار میں مال (یعنی مہر، بیوی کے اخراجات وغیرہ کی صورت میں) وجود رکھتا ہے اور شریعت میں اُس مال کی اپنی ایک جداگانہ حیثیت ہے۔ وہ انسانی خلوص و صداقت کی علامت ہے کوئی خرید و فروخت کا سرمایہ اور لین دین نہیں ہے۔

زیادہ مہر لڑکی کی بے احترامی ہے

اگر کوئی اپنی بیٹی کو اہمیت دیتا ہے یا کوئی لڑکی خود کو صاحبِ حیثیت سمجھتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے مہر کو بہت زیادہ ہونا چاہیے۔ مہر کی رقم جتنی کم ہوگی اس مقدس رشتے میں انسانی پہلو کا احترام اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

۱ کافی جلد ۵، باب السنۃ فی المہور، صفحہ ۳۷۵، حدیث ۷

کوئی بھی مال و دولت ایک انسان کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی مہر ایک مسلمان عورت کے انگلی کے ایک پور کی قیمت بن سکتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی قسم کی درآدیا ثروت ایک مرد یا عورت کی شخصیت کی برابری کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی بیٹیوں کے مہر کی رقم کو اُن کی عزت و آبرو اور شان و شوکت میں اضافے کی غرض سے زیادہ کمرتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ یہ احترام نہیں بلکہ انکی بے احترامی ہے۔ اس لیے کہ آپ مہر کی رقم کو زیادہ کرنے سے اس انسانی ملاپ و انسانی رشتے کے دونوں طرف کو کہ جس کے ایک طرف مرد اور دوسری طرف عورت ہے، ایک جنس اور قیمت کے مادی معاملے کی سطح پر تنزل دے دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میری بیٹی تو اس قابل ہے کہ اس کا مہر اتنا زیادہ ہونا چاہیے۔ نہیں جناب! آپ کی بیٹی (اور اس کے احساسات، جذبات، خیالات، امیدوں، آرزوؤں اور اس کی زندگی کی شیرینی اور مٹھاس) کا مال و دولت سے ہرگز موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مہر در حقیقت ایک خدائی امر اور سنتِ نبوی ہے۔ اس لیے نہیں ہے کہ اس محترم اور شریف و عزیز موجود انسان عورت کے مقابلے میں شوہر کوئی مادی چیز یا مال و دولت دے (اور یوں لڑکی کے جذبات و احساسات کو خرید لے!)۔

مہر بخشتی ہوں تم میری جان چھوڑو!

بعض اوقات یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شوہر برا ہے اور بیوی خواہ کتنے ہی زیادہ مہر کی مالک کیوں نہ ہو، اس سے کہتی ہے کہ ”میں اپنا مہر تم کو بخشتی ہوں تم میری جان چھوڑو“۔ مہر تو کسی کو خوشبخت نہیں کر سکتا۔ جو چیز انسان کو سعادت اور خوش بخشتی سے ہمکنار کر سکتی ہے وہ شرعی اور دینی روش کو اپنانا ہے۔ محبت کا بھی مال و دولت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے انسانی رشتوں میں دولت و ثروت کی آمیزش اور مادی عنصر کی ملاوٹ جتنی کم ہو اُن کا انسانی پہلو اتنا ہی زیادہ مستحکم ہوتا ہے اور محبت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مہر کی بڑی رقم میاں بیوی کے بندھن کو قائم رکھنے میں مدد کرتی ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی اور خطا ہے اگر خدا نخواستہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے نا اہل ہوں تو مہر کی بڑی سے بڑی رقم بھی کوئی معجزہ نہیں کر سکتی۔ کچھ گھرانے ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی لڑکی کا مہر بہت زیادہ نہیں کہیں گے لیکن لڑکے کے گھر والے اتراتے ہوئے نخرے کریں گے اور کہیں گے کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا ہے! آپ کی لڑکی کا مہر چند لاکھ روپے یا فلاں مقدار تک تو ہونا چاہیے۔ یہ تمام باتیں اسلام سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ کوئی بھی زیادہ مہر سے خوش بخت نہیں ہو سکتا۔

یہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر لڑکی کا مہر نہ ہو (یا کم ہو) تو ان کی لڑکی کی شادی خطرے میں پڑ جائے گی، یہ لوگ غلطی کر رہے ہیں۔ اگر شادی کی بنیاد محبت پر قائم ہو اور زندگی بھی اچھی ہو تو زندگی بغیر مہر کے بھی قائم رہے گی۔ لیکن اگر شادی اور زندگی پر خباث، چالاکي، دھوکہ اور فریب وغیرہ حاکم ہوں اور مہر کی رقم خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو تب بھی اپنی بات کو تھوپنے اور مسلط کرنے والا مرد ایسا کام کرے گا کہ اتنا بڑا مہر بھی اس کے فرار کا راستہ نہیں روک سکے گا۔

بعض لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم مہر کو اس لیے بڑھاتے ہیں تاکہ شوہر، بیوی کو طلاق نہ دے سکے۔ یہ تو بہت بڑی خطا ہے۔ بڑے سے بڑا مہر بھی طلاق کا راستہ نہیں روک سکتا اور نہ ہی روک سکا ہے۔ جو چیز طلاق کا راستہ روک سکتی ہے وہ انسان کا اچھا اخلاق، عملِ صالح اور اسلامی اقدار و احکام کی رعایت کرنا ہے۔

بڑے بڑے مہر، نوجوانوں کی شادی کی راہ میں رکاوٹ

جو لوگ اپنی خواتین کیلئے بڑے بڑے مہر رکھتے ہیں وہ اپنے معاشرے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ بہت سی لڑکیاں گھر بیٹھی رہ جاتی ہیں اور بہت سے لڑکے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے بغیر تنہا زندگی گزارتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ جب معاشرے میں بڑے بڑے مہر رکھنے کی عادت پختہ ہو کر رواج پا جائے اور ”مَهْرُ السَّنَةِ“ (شرعی مہر) کے بجائے جاہلانہ رسم و رواج اور مہر معاشرے کو اپنے پنچوں میں دبوچ لیں تو پورا معاشرہ ہی خراب ہو جائے گا۔

اگر شادی اور اس سے متعلق مسائل میں مادیات کو مرکزی حیثیت حاصل ہو تو دو روحوں کا یہ ملاپ اور دو انسانوں کے دھڑکتے دلوں کے احساسات و جذبات کا یہ رشتہ مادی معاملے میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہ بڑے بڑے جہیز، مادی رقابت و سبقت اور اپنی دولت و ثروت کا فضول خرچی کے ذریعے اظہار کرنا کہ جس میں بعض لوگ غیر دانستہ اور غافلانہ طور پر گرفتار ہیں، دراصل شادی کے آسان و مقدس امر کو خراب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مہر کو کم رکھا جائے کہ اس سے مراد ”مَهْرُ السَّنَةِ“ (شرعی مہر) ہے۔ اگر مہر زیادہ رکھا جائے تو شادیاں بھی مشکل ہوں گی اور لڑکے لڑکیاں اپنی ازدواجی زندگی سے محروم ہو جائیں گے۔

میں ملک کے تمام باشندوں سے اپیل کرتا ہوں کہ مہر کو اتنا زیادہ نہ کریں، یہ جاہلانہ روش ہے۔ یہ وہ کام ہے کہ جس سے خدا اور اس کا رسول خاص طور پر اس زمانے میں راضی نہیں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ کام حرام ہے اور شادی اس سے باطل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ کام سنتِ نبویؐ، اہل بیت کی سیرت اور علمائے اسلام کی روش کے سراسر خلاف ہے۔ خاص طور پر اس زمانے میں کہ جب ہمارے ملک کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام صحیح کام آسان طریقے سے انجام پائیں۔ اس میں کوئی بھلائی یا بہتری نہیں ہے کہ بعض لوگ شادی کو اس طرح مشکل بنائیں۔

ج: جہیز، زندگی کی آسانی یا فخر و مباہات کا ذریعہ؟

بیٹی کی عزت، اخلاق سے بنتی ہے نہ کہ جہیز سے

جہیز لڑکی کی عزت کا باعث نہیں بن سکتا بلکہ لڑکی کی عزت اس کے عمل اور اس کی شخصیت سے ہوتی ہے۔ لڑکی کے گھروالے خود کو بہت مشکل و مشقت میں ڈالتے ہیں، زحمت برداشت کرتے ہیں، اگر ان کے پاس رقم نہیں ہوتی تو ادھر ادھر ہاتھ پیر مار کر قرض لیتے ہیں اور اگر صاحب ثروت ہوتے ہیں تو فضول خرچی کرتے ہیں اور وہ بھی صرف اس لیے کہ ایک لمبا چوڑا جہیز کہ جس کی ہر چیز سے زرق و برق جھلکتا ہو، اپنے بیٹی کو دیں۔

زیادہ مہر اور لمبا چوڑا جہیز کسی بھی لڑکی کو خوش بخت نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی گھرانہ اس کے ذریعے آرام و سکون اور زندگی کے لیے لازمی اعتماد کو پاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں زندگی کی ضروریات سے زیادہ ہیں اور دوسرے، زحمت و مشقت اور مشکلات کے سوا ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ مبادا آپ جا کر قرضدار بنیں، جہیز بنائیں اور خود کو بھی مشقت میں ڈالیں اور اپنے گھروالوں کو بھی! مبادا آپ یہ خیال کریں کہ اگر آپ کی بیٹی کا جہیز آپ کے ہمسائے یا آپ کے عزیز و اقارب سے کم ہوا تو یہ اُس کی بے آبروئی کا باعث بنے گا، نہیں! یہ ہرگز اس کی بے آبروئی کا باعث نہیں بنے گا (یہ آپ کا خیال باطل ہے!)۔

مادی دوڑ اور جہیز کی لعنت

اکثر گھرانے اسٹیٹس، حیثیت و آبرو اور مادیت کی دوڑ میں لگ کر جہیز کو اپنے لیے ایک وبال جان میں تبدیل کر دیتے ہیں اور یوں جہیز معاشرے کے لیے ایک لعنت بن جاتا ہے۔ بعد میں جب خود بھی اس لعنت کو اپنے اوپر سوار کر لیتے ہیں تو اب دوسروں کی باری آتی ہے۔ کہ اس اجتماعی بلا و آفت کے برے اثرات کو برداشت کریں۔ آپ نے تو اپنی نور چشمی کیلئے (اگر مال و دولت ہے تو آسانی اور فضول خرچی سے اور اگر مال و دولت نہیں ہے تو ادھر ادھر ہاتھ پیر مار کر کہیں نہ کہیں سے) لمبا چوڑا جہیز جمع کر لیا تو آپ کے بعد آنے والوں اور اس فضول خرچی دیکھنے والوں کی کیا ذمے داری ہے اور وہ کیا کریں گے؟ مادیت، اسٹیٹس اور نام نہاد عزت و آبرو کی یہ دوڑ کہاں ختم ہوگی؟ یہ وہ مشکلات ہیں کہ جن کا حل نکلنا چاہیے اور اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں ان چیزوں کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہ ہو۔

کچھ لوگ ہیں کہ جو کوشش کرتے ہیں کہ جہیز کی جمع آوری کیلئے عزیز و اقارب، ہمسائے اور فقہا کا سہارا لیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا چیز صحیح اور حق ہے لہذا اسی کو انجام دیں۔ اپنی ازدواجی زندگی شروع کرنے والوں کیلئے صحیح کیا ہے؟ دو انسانوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے گھرانے کو مختصر سے وسائل زندگی کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ سادہ طور پر اپنی زندگی شروع کریں۔

مختلف قسم کی فضول خرچیاں، افراط، غیر معقول کام اور لمبے چوڑے جہیز کیلئے (خلال سے لیکر گاڑی تک کی) تمام چیزیں حتماً خریدی جائیں، جو چیز بھی نظر آئے اُسے فوراً خرید لیں کہ ہماری لڑکی کے پاس اس کی اپنی سگی یا خالہ زاد بہن یا ہمسائے کی لڑکی یا اس کی کلاس فیلو سے کم سے کم ایک چیز تو زیادہ ہو۔ یہ وہ تمام غلط باتیں ہیں جو خود انسان کیلئے بھی اذیت و آزار کا سبب ہیں اور لوگوں کیلئے بھی درد سر ہیں۔ یہی وہ چیزیں اور مشکلات ہیں کہ جو لڑکیوں کے اُن کے شوہر کے گھر جانے اور لڑکوں کے اپنے گھر بسانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

اگر شادی آسان ہوتی، اگر لوگ شادی میں اتنی شرائط نہ لگاتے، اگر بعض افراد کے مہر کی رقمیں بڑھی نہ ہوتیں، اگر جابلانہ روش کے مطابق جہیز کی لمبی لمبی لسٹیں نہ ہوتیں اور ماں باپ صرف اس خیال سے کہ کہیں اُن کی لڑکی کا دل نہ ٹوٹ جائے اس کے جہیز کی جمع آوری میں خون پسینہ ایک نہیں کرتے تو بہت سے گھرانوں کے لیے یہ مشکلات پیش ہی نہیں آتیں۔ بہت سے گھرانے پہلے ہی سے ہر چھوٹی بڑی اور ضروری اور غیر ضروری چیزوں کو لڑکی کے جہیز میں شامل کر دیتے ہیں کہ مبادا ان کی بیٹی، اپنی چچا زاد بہن یا کسی رشتہ دار سے پیچھے نہ رہ جائے، یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ کام غلط ہیں، آپ کی زحمت و مشقت کا سبب ہیں اور ایسی زحمت ہیں کہ جس کا خدا کے نزدیک نہ تو کوئی اجر و ثواب ہے اور نہ یہ لائق تحسین و شکر ہے۔

دوسروں کی بھی فکر کریں

جب بعض لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے ازدواجی زندگی کا آغاز کرنے والے دو ہمسفروں کیلئے جہیز کے نام پر اپنی لڑکی کے لیے پورا بازار کیوں جمع کر لیا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مال و دولت ہے اور چونکہ ہے لہذا ہم اُسے خرچ کر رہے ہیں! آیا یہ دلیل کافی ہے کہ ہمارے پاس ہے؟ نہیں! نہ صرف یہ کہ یہ استدلال کسی بھی صورت میں کافی نہیں ہے بلکہ غلط بھی ہے۔

ایک معاشرے میں مختلف قسم کے انسان زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ ایسا جہیز دیں کہ جس کے پاس کافی مال و دولت نہیں ہے اگر وہ اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہے تو وہ بھی یہ جہیز دے سکے۔ اگر ایسا نہ ہو اور آپ جو اپنی بیٹی کو مفضل جہیز اور اپنی نور چشمی کو لمبا چوڑا مہر دے رہے ہیں تو آپ کا یہ فعل شادی کے دروازے کو دوسروں پر بند کر دے گا۔ نہ یہ انسانی روش اور نہ ہی اسلامی۔

کائنات کی سب سے بہترین دلہن کا جہیز

آپ حضرت ختمی مرتبت کی صاحبزادی کو دیکھئے، اس عالم میں ہستی کی تمام بیٹیوں اور اولین و آخرین کی خواتین میں سب سے افضل و بہترین حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔ اتنی خوبیوں، شرافت اور عظمت والی نہ کوئی بیٹی پیدا ہوئی ہے اور اس جیسی نہ ہی کسی عورت نے اس عالم میں جنم لیا ہے۔ اول سے آخر تک کی تمام خواتین ان کی کنیزوں اور سورج کے مقابلے میں

ذرات کی مانند ہیں۔ اُن کے شوہر امیر المومنین بھی عالم ہستی کے بہترین مردوں میں سے ایک ہیں۔ اگر ہم حضرت امیر المومنین کے تمام کمالات و فضائل جمع کریں تو ہستی کے تمام مرد اُن کے ایک ناخن کے برابر بھی نہیں ہیں۔

عظمت و فضیلت و زیبائی کے یہ دونوں مظہر رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں۔ ان دو ہمسفروں کا جہیز (مادی لحاظ سے ارزاں قیمت مگر معنویت و برکت کے لحاظ سے بہت قیمتی) چند چیزیں تھیں کہ جسے تاریخ و سیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ ایک چٹائی، لیف خرما، ایک بستر، آٹا پیسنے کی ہاتھ کی چکی، ایک کوزہ اور ایک کاسہ^(۱) (اور چند مختصر چیزیں اگر آج ان چیزوں کی قیمت لگائی جائے تو چند سو روپوں سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اس مہر کو حضرت امیر المومنین سے لے کر ادا کیا گیا اور ایک مختصر سے جہیز کو خرید کر کے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر لے جایا گیا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری بیٹیاں حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جیسا جہیز لیں۔ نہ ہماری بیٹیاں حضرت زہرا جیسی ہیں اور نہ ہم ان کے والد بزرگوار جیسے اور نہ ہمارے بیٹے حضرت امیر المومنین جیسے۔ ہم کہاں اور وہ کہاں؟ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیکن ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راستہ صرف انہی کا بتایا ہوا راستہ ہے اور سمت بھی انہی کی بتائی ہوئی سمت ہے۔ جہیز کو کم بنائیے، ادھر ادھر نگاہ نہ کریں اور فضول خرچ سے پرہیز کریں۔ زندگی کو ان لوگوں کے لیے مشکل نہ بنائیے کہ جو زندگی کے امکانات اور وسائل سے محروم ہیں۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا جہیز اتنا تھا کہ شاید دو آدمی بھی اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اسے ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل کر سکتے تھے۔ یہ کام ہے افتخار کے قابل اور اقدار یہاں ملتی ہیں۔ کیا پیغمبر اکرم . اس بات پر قادر نہیں تھے کہ اپنی بیٹی کیلئے ایک لمبا چوڑا جہیز بنائیں؟ اگر وہ ایک اشارہ کرتے تو ان کے اصحاب کے جن میں بعض صاحب ثروت و دولت بھی تھے، وہ خدا سے چاہتے کہ یہ اصحاب آئیں اور ایک ایک تحفہ دیں اور مدد کریں لیکن انہوں نے یہ کام نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ میں اور آپ سیکھیں۔ اگر ہم صرف بیٹھیں اور ان فضائل کو بیان کریں، خوش ہوں اور ان چیزوں اور ان کی سیرت سے درس حاصل نہ کریں تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ ہم ان کی سیرت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ طیب کے نسخے کو گھرا کر طاقے میں نہیں رکھنا چاہیے کہ انسان روز اس کو دیکھے اور زیارت کرے۔ اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ ہمیں فائدہ ہو۔ اسی طرح پرہیزی غذا کے جدول کے مطابق عمل کریں تاکہ اس کا حقیقی فائدہ آپ کو حاصل ہو۔

اہل بیت کی سیرت پر عمل کرنا دراصل روح کی پرہیزی غذا ہے اور اسی سے ہمارے معاشرے اور گھرانوں کی روحانی صحت وابستہ ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا اور شادی اور اس سے مربوط مسائل اور تقریبات کو سادگی کے ساتھ منعقد کرنا چاہیے۔

اے دلہنو! تم اس بات کی اجازت نہ دو!

اے بیٹیو! اپنے والدین کو اس بات کی اجازت نہ دو کہ وہ تمہارے جہیز کو بڑا بنائیں، اے دلہنوں! تم یہ کام نہ کرنے دو۔ اگر تمہارے والدین چاہیں تو تم ان کو منع کرو کہ آپ یہ اتنی گراں قیمت چیزیں کس لیے خرید رہے ہیں؟ دلہنوں کی ماؤں کو بھی چاہیے کہ جہیز تیار کرنے میں فضول خرچی سے اپنا ہاتھ روکنا اور افراط و اسراف سے کام نہ لیں۔ یہ نہ کہیں کہ ارے یہ تو ہماری چہیتی بیٹی ہے، اگر ایسا نہ ہو تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا، نہیں، ایسا نہیں ہے، یہ لڑکیاں بہت اچھی ہیں اور یہ ایسا کام نہیں چاہتیں ہیں۔ ہم بغیر کسی وجہ کے ان کا دل اس جانب نہ لے جائیں کہ ہر اچھی، قیمتی اور اعلیٰ درجے کی چیز حتماً ان کے لیے خریدی جائے۔

یہ لڑکیاں جو چاہتیں ہیں کہ ان کا جہیز بنے تو اپنے جہیز، برات و ویسے کے لباس کی خریداری کے لیے شہر کے بعض علاقوں کی سب سے مہنگی دکانوں پر کہ جو بہت مشہور و معروف ہیں اور میں ان علاقوں سے بخوبی واقف ہوں لیکن ان کا نام لینا نہیں چاہتا، سب سے مہنگی چیزوں کے لیے ناجائز۔ انہیں چاہیے کہ ان علاقوں کا رخ کریں جو مہنگے نہیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بچارے دوہا کو اپنے پیچھے لیے لیے پھریں تاکہ زیورات اور لباس خرید سکیں (اور لڑکوں کو بھی نہیں چاہیے کہ وہ برات و ویسے کے لباس اور دوسری خریداری کے لیے دہن کے گھروالوں پر غیر اضافی خرچوں کا بوجھ ڈالیں) لیکن افسوس یہ ہے کہ لوگ یہ کام کرتے ہیں۔

دعا یہ کلمات!

یہ محفل ایک مقدس ملاپ کا نقطہ آغاز ہے، مبارک ہو۔ آنکھیں نظارہ کمر کے ایک جگہ ٹھہر گئی ہیں۔ رہبر عالیقدر کی دلنشین آواز گونجی ”ان شائے اللہ، اللہ تعالیٰ مبارک کمرے!“ حاضرین کے سرودِ صلوات نے فرشیوں کو عرشیوں کے ہمنوا بنا دیا۔ یہ اُس ”سید“ کے بابرکت ہاتھ ہیں جو خدائے مہربان کی بارگاہ میں دعا کے لیے اٹھے ہیں اور زبان سے ادا ہونے والے جملے دراصل ایک پدر کی دیرینہ آرزو ہے جو صدقِ دل سے اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کرنے والوں کے لیے ”اس“ کے آسمانِ لطف و کرم سے مثلِ باراں برس رہے ہیں۔

پروردگارا! ان کے دلوں کو آپس میں ہمیشہ ایک دوسرے کی نسبت مہربان اور محبت کرنے والا بنا دے،

بارالہا! انہیں پاک و پاکیزہ اولاد عطا فرما،

خداوند! انہیں توفیق دے کہ یہ تیری اور تیرے اولیائی کی رضا کے مطابق عمل کریں،

پالنے والے! وہ تمام افراد جو اس کارِ مقدس میں سبب بنے ہیں، انہیں

اپنی طرف بہترین اجر و ثواب عطا فرما۔

”آغا“ کھڑے ہو جاتے ہیں اور دو لہاؤں کی ایک لمبی قطار اُن سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ یہ دلہنیں جڑی حسرت سے دو لہاؤں کو مہربان رہبر کے بغل گیر ہوتے ہوئے مشاہدہ کرتی ہیں اور ”آغا“ اپنے ان کلمات کے ساتھ انہیں بہشت تک چھوڑنے کے لیے دروازے تک تشریف لے جاتے ہیں:

”خداوند عالم ان شائے اللہ یہ نیا سفر اور شادی مبارک قرار دے، خداوند مہربان آپ سب کو ایک دوسرے کے سائے میں آخر عمر تک محفوظ رکھے اور آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنے، اپنے گھروالوں، اپنے ملک اور دنیائے اسلام کیلئے عزت و افتخار کا باعث

بنیں۔“

ہم بھی کائنات کے عظیم ترین اور بابرکت علی و فاطمہ کے جوڑے سے دست بستہ یہی عرض کریں گے آپ اس نئے سفر میں
اس کے یار و مددگار بنیں۔

تمام شد

فہرست

۵	انتساب
۶	سخن ناشر
۷	مقدمہ
۱۱	پہلی بات
۱۱	ازدواج یا شادی: ناموسِ فطرت اور قانونِ شریعت
۱۱	دریچہ
۱۱	زندگی کا ہدف
۱۲	شادی، اسلامی اقدار کا جلوہ
۱۲	خداوند عالم کا اصرار
۱۲	خداوند عالم مرد اور عورت کی تنہائی کو پسند نہیں کرتا!
۱۳	وقت پر شادی = سنتِ نبوی
۱۳	جوانی کے عشق و شوق میں شادی
۱۴	وقتِ ضرورت، رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا
۱۴	شادی کی برکتیں اور فوائد
۱۵	شادی کی شرائطِ کمال
۱۵	اسلام کی نظر میں کفو اور ہم پلہ ہونے کا تصور
۱۷	عاقل اور غافل انسان کا فرق
۱۷	شادی کی نعمت کا شکرانہ
۱۸	شادی کس لئے، مال و جمال کے لئے یا کمال کے لئے؟

- ۱۹ اسلامی روش ہی بہتر ہے
- ۱۹ نکاح کے چند بول کے ذریعے؟
- ۱۹ سب سے اہم ترین فائدہ
- ۲۱ دوسری بات
- ۲۱ محبت و خلوص میں تشکیل پانے والا گھرانہ اور خاندانی نظام زندگی
- ۲۱ درپچہ
- ۲۱ کلمہ طیبہ یا پاک بنیاد
- ۲۲ انسانی معاشرے کی اکائی
- ۲۲ اچھا گھرانہ اور اچھا معاشرہ
- ۲۳ اچھے گھرانے سے محروم معاشرہ نفسیاتی بیماریوں کا مرکز ہے
- ۲۳ غیر محفوظ نسلیں
- ۲۴ اچھے گھرانے کی خوبیاں
- ۲۶ اچھے خاندانی نظام میں ثقافت کی منتقلی کی آسانی
- ۲۷ خوشحال گھرانہ اور مطمئن افراد
- ۲۸ زندگی کی کڑی دھوپ میں ایک ٹھنڈی چھاؤں
- ۳۰ انسان مشین تو نہیں ہے!
- ۳۰ اچھے گھر کا پر سکون ماحول
- ۳۱ گھریلو فضا میں خود کو تازہ دم کرنے کی فرصت
- ۳۱ مشترکہ زندگی کی قرارداد کا احترام کرنا
- ۳۲ خاندانی نظام زندگی میں جنسی خواہش کی اہمیت

- ۳۲ دینداری، خاندان کی حقیقی صورت.....
- ۳۳ گھر کی حفاظت میں میاں بیوی کا کردار.....
- ۳۳ اسلامی معاشرے میں اچھے خاندان کی صفات.....
- ۳۵ تیسری بات.....
- ۳۵ مغرب میں عشق کا غروب اور ہمدردی و مہربانی کا فقدان.....
- ۳۵ دریچہ.....
- ۳۷ اپنے شخص سے بے خبر نسل.....
- ۳۷ مغرب کا گناہ کبیرہ.....
- ۳۸ نہ انس و محبت، نہ شوہر اور نہ.....
- ۳۸ جنسی آزادی اور خاندانی نظام کی تباہی.....
- ۳۹ مصنوعی عشق.....
- ۴۰ مغربی تمدن کے مطابق شادی کے برے نتائج.....
- ۴۰ مغرب، سقوط کے دھانے پر!.....
- ۴۱ در بہ در، کوچہ بہ کوچہ، سکون کی تلاش.....
- ۴۲ کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی!.....
- ۴۳ غلط اہداف اور شیطانی راہ.....
- ۴۳ خاندان کے بارے میں صرف ایک جملہ!.....
- ۴۵ چوتھی بات.....
- ۴۵ ایک دوسرے کی نسبت میاں بیوی کے حقوق.....
- ۴۵ دریچہ.....

- ۴۶ ایک دوسرے کے مددگار اور دوستوں کی مانند
- ۴۶ مرد گھر کا نگران و کفیل ہے اور عورت پھول
- ۴۶ مشترکہ زندگی میں مرد و عورت کے کردار کی تبدیلی خطرناک ہے!
- ۴۸ بیوی پھول ہے نہ کہ آپ کی نوکرانی اور ملازمہ
- ۴۸ مرد کو ملازمت کرنی چاہیے
- ۴۹ نہ مرد کی مطلق العنان حکومت، نہ جو رو کی غلامی
- ۴۹ مرد و عورت کا فطری تفاوت
- ۵۰ دو مختلف نگاہیں مگر دونوں خوبصورت
- ۵۰ حقیقی اور خیالی حق
- ۵۲ شوہر، بیوی کی ضرورتوں کو درک کرے
- ۵۲ مرد کی خام خیالی اور غلط رویہ
- ۵۳ عقلمند بیوی اپنے شوہر کی معاون و مددگار ہے
- ۵۳ بیوی کے فرائض
- ۵۵ کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول
- ۵۵ پہلا مرحلہ
- ۵۵ بہشت بریں تک ہمسفر
- ۵۵ دریچہ
- ۵۶ خوش بختی کا مفہوم
- ۵۶ ایک دوسرے کو جنتی بنائیے
- ۵۷ ایک دوسرے کو خوش بخت کیجئے

- ۵۸ حق بات اور صبر کی تلقین
- ۵۹ ایک تیماردار کی مانند، نہ کہ ایک چوکیدار کی طرح
- ۵۹ اخلاقی حفاظت
- ۶۰ کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول
- ۶۰ دوسرا مرحلہ
- ۶۰ زندگی کے ظاہری روپ سے مافوق حقیقتیں
- ۶۰ دریچہ
- ۶۲ زندگی کے ظاہری روپ سے مافوق حقیقتیں
- ۶۲ اصل ماجرا، عشق ہی تو ہے
- ۶۳ جتنا زیادہ اتنا ہی بہتر
- ۶۳ محبت سے خار بھی پھول بن جاتے ہیں
- ۶۳ محبت کسی کے حکم یا فرمان سے ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے!
- ۶۴ حقیقی عشق اور ہے اور شہوت پرستی کچھ اور!
- ۶۴ پہلا قدم: ایک دوسرے کا احترام
- ۶۵ دوسرا قدم: اعتماد کی بحالی
- ۶۶ وفاداری کرو تا کہ قابل اعتماد بنو!
- ۶۶ اعتماد کسی کے کہنے سے نہیں ہوتا!
- ۶۶ محبت کے دریا میں کدورتوں کو غرق کر دیں
- ۶۷ گھر کے بڑے بھی مدد کریں
- ۶۹ کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

- ۶۹ تیسرا مرحلہ
- ۶۹ کاموں کی تقسیم کا فن
- ۶۹ درپچہ
- ۶۹ کاموں کی تقسیم
- ۷۰ ایک دوسرے کو روحی طور پر مضبوط بنائے
- ۷۱ کامیابی کے لئے راہ ہموار کریں
- ۷۱ خواتین کی اجتماعی فعالیت اور نوکری کے لئے اہم ترین شرط
- ۷۲ کارہائے خیر کی انجام دہی کے لئے ایک دوسرے کو ترغیب دلانا
- ۷۳ غمخواری ہی حقیقی مدد ہے!
- ۷۳ سلیقہ مند بیوی کی مدیریت کی اہمیت
- ۷۴ بچوں کی پرورش، بہت بڑا ہنر ہے
- ۷۴ نوکری اور گھریلو زندگی کو خوشحال بنانا
- ۷۴ عورت، مرد سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے!
- ۷۵ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی پیروی کیجئے
- ۷۶ کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول
- ۷۶ چوتھا مرحلہ
- ۷۶ اتفاق، ہمراہی اور موافقت
- ۷۶ درپچہ
- ۷۷ موافقت کیا ہے؟
- ۷۹ یورپ کی ایک خوبصورت تعبیر

- ۷۹ کوئی انسان بھی بے عیب نہیں ہے!
- ۷۹ خاندان کی نابودی کا سبب
- ۸۰ دو طرفہ موافقت و ہمراہی
- ۸۱ کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول
- ۸۱ پانچواں مرحلہ
- ۸۱ ہنستی مسکراتی اور خوشحال زندگی
- ۸۱ دریچہ
- ۸۱ عملی شکر سب سے زیادہ اہم ہے
- ۸۲ زندگی کے رازوں کی حفاظت کیجئے
- ۸۲ ایک دوسرے کے غمخوار بنیے
- ۸۲ سادہ زندگی اور میانہ روی
- ۸۳ ہارجیت کے بغیر مقابلہ
- ۸۳ کفایت والی زندگی!
- ۸۴ قناعت سب کے لیے مفید ہے
- ۸۵ شادی کی تقریب سے آغاز کریں
- ۸۵ اپنے والدین کا بھی خیال رکھیے
- ۸۷ حجاب اور عفت
- ۸۸ کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول
- ۸۸ چھٹا مرحلہ
- ۸۸ تذکر اور یاد دہانی

۸۸	درپچہ.....
۸۹	ایک دوسرے کے حسد اور غیرت کو نہ جگانے.....
۸۹	میاں یا بیوی کی تحقیر، خاندان کی نابودی کا آغاز.....
۸۹	آئیڈیل کی تلاش میں افراط سے کام لینا.....
۹۰	غیر شرعی معاشرت.....
۹۰	گھر کی چار دیواری اور عفت و ناموس، گھر کے محافظ ہیں.....
۹۲	کامیاب ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول.....
۹۲	ساتواں مرحلہ.....
۹۲	آسانی اور چھوٹ دینا.....
۹۲	درپچہ.....
۹۶	الف: شادی بیاہ کی تقریبات میں شاہانہ تحمل اور اسراف.....
۹۶	اسلامی شادی کی سادہ مگر پر رونق محفل.....
۹۶	اسلامی نکاح یا جاہلی نکاح.....
۹۷	شادی کو آسان بنائیں، خدا آپ کی مدد کرے گا.....
۹۷	اظہارِ خوشی اور مہمانوں کی دعوت، درست مگر اسراف نہ ہو!.....
۹۸	یہ بڑے بڑے ہوٹل اور شادی ہال شادی کو شیریں نہیں بناتے.....
۱۰۰	بعض حکام کی غلطی.....
۱۰۰	یہ عزت و آبرو نہیں ہے!.....
۱۰۱	فضول خرچی کرنے والوں کا حساب کتاب بہت سخت ہے.....
۱۰۲	بیکار زحمت و مشقت.....

- ۱۰۲ اسرافِ بالغرض اگر گناہ نہیں تو ثواب بھی نہیں
- ۱۰۲ آلِ رسول کی تقلید کریں
- ۱۰۳ دلہن کے لیے کرائے کا لباس!
- ۱۰۴ ب: مہر، خلوص و سچائی کی علامت ہے یا لڑکی کی قیمت؟
- ۱۰۴ پیغمبر نے زمانہ جاہلیت میں مہر کی رسم کو توڑ دیا
- ۱۰۴ مَہْرُ السُّنَّةِ یا شرعی مہر
- ۱۰۶ ۱۴ کے ہندسے پر اصرار کیسا؟
- ۱۰۶ زیادہ مہر لڑکی کی بے احترامی ہے
- ۱۰۷ مہر بخشتی ہوں تم میری جان چھوڑو!
- ۱۰۸ بڑے بڑے مہر، نوجوانوں کی شادی کی راہ میں رکاوٹ
- ۱۰۹ ج: جہیز، زندگی کی آسانی یا فخر و مباہات کا ذریعہ؟
- ۱۰۹ بیٹی کی عزت، اخلاق سے بنتی ہے نہ کہ جہیز سے
- ۱۰۹ مادی دوڑ اور جہیز کی لعنت
- ۱۱۰ دوسروں کی بھی فکر کریں
- ۱۱۰ کائنات کی سب سے بہترین دلہن کا جہیز
- ۱۱۲ اے دلہنو! تم اس بات کی اجازت نہ دو!
- ۱۱۳ دعائیہ کلمات!